سال اقبال ۲۰۰۲ء

اقبال کے خطوط
جناح کے نام

ترتیب و تہذیب :

محمد جہانگیر عالم

اقبال
جناح
کے خطوط کے نام

ترتیب و تہذیب:

محمد جہانگیر عالم

اقبال اکادمی پاکستان لاہور

بروشر سیریز ـ ۱۸

ناشر:

محمد سہیل عمر

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان
چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور

Tel: [+92-42] 6314-510

Fax: [+92-42] 631-4496

Email: iqbalacd@lhr.comsats.net.pk

Website: www.allmaiqbal.com

ISBN 969-416-312-9

طبع اوّل:	۱۹۷۷ء
طبع دوم:	۱۹۹۵ء
طبع سوم:	۲۰۰۲ء (اکادمی ایڈیشن طبع اوّل)
تعداد:	۱۰۰۰
قیمت:	۷۰/- روپے
مطبع:	میسرز سعادت آرٹ پریس، لاہور

محل فروخت -- ۱۱۶ میکلوڈ روڈ، لاہور-فون: 7357214

نقش اول پر اہل علم و دانش کی آراء

قائداعظم کے نام خطوط اقبال کے کئی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ محمد جہانگیر عالم صاحب نے اگرچہ شیخ عطا اللہ کے ترجمہ کو بنیاد بنایا ہے لیکن متن کا اصل سے جا بجا مقابلہ کر کے ترجمہ کو زیادہ صحیح اور معین کر دیا ہے اور اب اصل کے مطالب پوری کامیابی سے اردو میں منتقل ہو گئے ہیں۔ اس اشاعت کی خاص چیز یہ ہے کہ شروع میں چالیس صفحات پر مشتمل مفصل مقدمہ ہے جس میں اقبال اور قائداعظم کے سیاسی افکار کو جدوجہد آزادی کے مختلف ادوار میں دیکھ کر بعض بنیادی نتیجے اخذ کئے گئے ہیں۔ انہوں نے ان خطوط کو سیاسی سیاق و سباق میں رکھ کر دیکھا ہے اس لئے مکتوبات کی معنویت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ حالات و واقعات کو تاریخی تناظر میں رکھ کر دیکھنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دیباچہ بجائے خود ایک اہم مقالہ بن گیا ہے۔ خطوط کے متن میں جا بجا مذکور شخصیتوں جماعتوں اور مسائل کی وضاحت حواشی میں کی گئی ہے۔

محمد جہانگیر عالم نے محض ادب کے سہارے ان خطوط کی اہمیت کو نہیں پہچانا بلکہ مورخ کے نقطہ نظر سے ان کی قدر و قیمت کو بھی متعین کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب خاصے کی چیز بن گئی ہے اور یہ ترجمہ حواشی اور مقدمہ اقبال صدی کے اہم کارناموں میں شمار ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر وحید قریشی

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" کا ایک عمدہ اردو ایڈیشن محمد جہانگیر عالم کے حواشی و مقدمہ کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

علامہ اقبال اور قائداعظم کی خط و کتابت کے متعلق پروفیسر محمد جہانگیر عالم صاحب کی مختصر مگر جامع تالیف قابل قدر ہے۔ آپ نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ایک گراں قدر مقدمہ اور مفید حواشی لکھ کر اسے ایک اہم تاریخی اور علمی تالیف بنا دیا ہے۔ سال اقبال کے سلسلہ میں یہ کتاب ایک قیمتی اضافہ ہے۔

پروفیسر افتخار احمد چشتی

علامہ اقبال کے خطوط کا یہ مجموعہ ایک منفرد اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ خطوط ایسے وقت لکھے گئے جب ہندوستانی مسلمان اپنی تاریخ کے ایک نازک دور سے گذر رہے تھے۔ اس فکری انتشار کے زمانے میں اقبال کی سیاسی بصیرت نے منزل کی نشاندہی کی۔ یہ خط قائداعظم محمد علی جناح کو لکھے گئے جنھوں نے اقبال کے ساتھ اپنی ہم آہنگی کا ثبوت اپنے عمل سے دیا۔ ان دو عظیم راہبروں کی فکری موافقت کی بدولت ہماری جدوجہد آزادی کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ تحریک پاکستان کے پس منظر اور پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ان خطوط کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

ان مکاتیب کا اردو ترجمہ تو پہلے بھی شائع ہو چکا ہے لیکن محمد جہانگیر عالم صاحب کے مبسوط مقدمے اور عالمانہ حواشی سے ان خطوط کی افادیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اب یہ کتاب اقبالیات کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے موضوع پر ایک قیمتی دستاویز بن گئی ہے اور محمد جہانگیر عالم صاحب کی یہ علمی و تحقیقی کوشش ایک قابل ستائش کارنامہ ہے۔

ڈاکٹر محمد صدیق خاں شبلی

"اقبال کے خطوط قائداعظم کے نام" ایک مختصر مگر نہایت قابل قدر دستاویز ہے۔ اس کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں۔ محمد جہانگیر عالم نے ان تراجم سے مدد لے کر ایک عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ اس پر ایک مبسوط مقدمہ اور قابل قدر حواشی لکھے ہیں۔ یقین ہے کہ موجودہ صورت میں یہ مجموعہ پہلے سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

ترجمہ معیاری مقدمہ معلومات افزا اور حواشی بر محل ہیں۔ کتاب صوری و معنوی اعتبار سے قابل ستائش ہے۔ قومی اور ملی تشخص کیلئے ایک اہم ماخذ کی حامل ہے۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

محمد جہانگیر عالم صاحب کا ترجمہ کئی امور میں سابقہ ترجموں پر فوقیت رکھتا ہے۔

اولاً یہ کہ زبان و بیان کے حوالے سے یہ ترجمہ صحیح اور معین ہونے کے ساتھ ساتھ رواں اور مربوط ہے اور اس میں زبان کا جھول اور ناہمواری بالکل نہیں۔

ثانیاً یہ کہ اس ترجمہ کے ساتھ ایک مفصل مقدمہ ہے ....

ثالثاً یہ کہ خطوط کے ساتھ حسب ضرورت توضیحی حواشی دیئے گئے ہیں جن کے ذریعے خطوط میں مذکورہ تحریکوں جماعتوں شخصیتوں مسلوں اور واقعوں کے متعلق ضروری معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔ حواشی اس قیمتی متن کی ضرورت تھے اور جناب جہانگیر عالم نے اس ضرورت کا نہ صرف احساس کیا ہے بلکہ اسے کماحقہ پورا کردیا ہے۔

رابعاً یہ کہ مجموعی گیٹ اپ کے لحاظ سے یہ اشاعت اس اہم تاریخی اور قومی دستاویز کا ساتھ دیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

خامساً یہ کہ ان خطوط کی پیش کش میں معیاری اسلوب ترتیب و تدوین کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سادساً قائد اعظم کے نام اقبال کے مکاتیب میں جہاں قیام پاکستان کے سلسلے میں فرمودات ملتے ہیں۔ وہاں قیام پاکستان کے بارے میں بھی اشارات پائے جاتے ہیں۔ اقبال مسلمانوں کے سیاسی اور اقتصادی مسائل کا حل نظام شریعت کے نفاذ میں دیکھ رہے تھے۔ فاضل مرتب نے اس اہم نکتہ کو مقدمہ میں شامل کر کے اپنی طباعی اور نکتہ رسی کا ایک اور ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

یہ کتاب اپنے صوری محاسن اور معنوی افادیت کی بنا پر اس قابل ہے کہ جناح و اقبال کا ہر معتقد اور ہر محب وطن پاکستانی اسے زیر مطالعہ رکھے۔ اس کے مرتب و مترجم جناب محمد جہانگیر عالم اس وقیع علمی اور قومی خدمت کے لئے مستحق سپاس ہیں۔ امید ہے کہ قومی اہمیت کی اس اہم دستاویز کو وسیع سطح پر شرف قبول حاصل ہو گا۔

ماہنامہ سیارہ لاہور .... اقبال نمبر فروری مارچ ۱۹۷۸ء

اقبال کے خطوط قائد اعظم کے نام پروفیسر محمد جہانگیر عالم نے مبسوط مقدمہ اور حواشی کے ساتھ مرتب کیا۔ یہ خطوط اسلئے اہم ہیں کہ ان سے علامہ اقبال اور قائد اعظم کی سیاسی بصیرت اور ہم آہنگی پر روشنی پڑتی ہے نیز پاکستان کے پس منظر کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ ترجمہ نہایت شگفتہ اور رواں ہے۔ مقدمہ ۳۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں ان خطوط کے بارے میں گرانقدر معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس مقدمے سے اقبال جناح مراسم پر روشنی پڑتی ہے نیز اس دور کے سیاسی نظریات اور دیگر متعلقہ مباحث بھی زیر بحث آئے ہیں۔

ماہنامہ **افکار** کراچی

جنوری ۱۹۷۸ء

اس ترجمہ میں انہوں نے ایک مبسوط مقدمہ بھی شامل کیا ہے جس میں ان خطوط کے پس منظر کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس مجموعے کی ایک اضافی اہمیت یہ بھی ہے کہ مولف نے مختلف خطوط میں توضیح طلب مقامات پر حواشی قلمبند کئے ہیں۔ جو آج کے نوجوان قاری کے لئے خاص طور پر مفید اور معلومات افزا ثابت ہوں گے۔

ماہنامہ **کتاب** لاہور

اقبال نومبر ۱۹۷۷ء

This new translation by Mr. Jahangir Alam of these letters is accompanied by a useful background and is well annoatated .... Mr. Jahangir Alam's preface is plain but to the point.

Pakistan Times LAHORE.

3-2-78

فہرست

	صفحہ
ابتدائیہ	۱۱
اقبال کے خطوط جناح کے نام ــــ اشاعت کی کہانی	۱۳
خطوط کے مباحث	۲۳
اقبال کے خطوط جناح کے نام	۵۱
پیش لفظ ــــ از قائداعظم	۵۳
پہلا خط ــــ محررہ ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء	۵۷
دوسرا خط ــــ محررہ ۹ جون ۱۹۳۶ء	۵۸
تیسرا خط ــــ محررہ ۲۵ جون ۱۹۳۶ء	۶۱
چوتھا خط ــــ محررہ ۲۳ اگست ۱۹۳۶ء	۶۳
پانچواں خط ــــ محررہ ۸ دسمبر ۱۹۳۶ء	۶۴
چھٹا خط ــــ محررہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء	۶۶
ساتواں خط ــــ محررہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء	۶۸
آٹھواں خط ــــ محررہ ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء	۶۹
نواں خط ــــ محررہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء	۷۰
دسواں خط ــــ محررہ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء	۷۳

گیارہواں خط — محررہ ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء	۷۷
بارہواں خط — محررہ ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء	۷۸
تیرھواں خط — محررہ ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء	۷۹
چودھواں خط — محررہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء	۸۱
پندرہواں خط — محررہ یکم نومبر ۱۹۳۷ء	۸۲
سولھواں خط — محررہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء	۸۳
ضمیمہ — علامہ اقبال کی طرف سے غلام رسول خاں کے لکھے ہوئے خطوط	۸۵
خط محررہ — ۸ نومبر ۱۹۳۷ء	۸۷
خط محررہ — ۱۷ فروری ۱۹۳۸ء	۹۲
خط محررہ — ۷ مارچ ۱۹۳۸ء	۹۴
صاحب کتاب	۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذی

پروفیسر ڈاکٹر منیر الدین چغتائی

کے نام

ابتدائیہ

جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمانوں کے جداگانہ ملی وجود کی بقا اور تحفظ کے لئے اسلامی مملکت ـــــ پاکستان کی راہیں فکر اقبال سے روشن ہوئی تھیں اور اب پاکستان دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں اپنا مقام نظریات اقبال پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے افکار اقبال کی ترویج و اشاعت کے کام میں شرکت نظریہ پاکستان کے ساتھ وابستگی کا اظہار ہی نہیں بلکہ پاکستان کو ایک مثالی مملکت بنانے کے عمل میں شرکت بھی ہے۔

اسی نقطہ نظر کے پیش نظر میں نے اقبال صدی کے سال (۱۹۷۷ء) لیٹرز آف اقبال ٹو جناح (Letters of Iqbal to Jinnah) کا اردو ترجمہ مع حواشی اور خطوط کے مباحث پر مشتمل ایک مفصل مقدمہ کے ساتھ پیش کیا تھا۔ جسے علمی اور تعلیمی حلقوں میں پسند کیا گیا۔ میری حوصلہ افزائی ہوئی اور اقبالیات کے مطالعہ میں دلچسپی بڑھی جس کے نتیجہ میں مجھے علامہ اقبال کے دو اور خط قائداعظم محمد علی جناح کے نام ملے جو پہلے مجموعہ میں شامل

نہیں تھے۔ بہر حال پاکستانیات کا طالب علم ہونے کے تعلق سے اقبالیات کے ساتھ تعلق مضبوط تر ہوا۔

جناب ڈاکٹر وحید قریشی اور جناب ڈاکٹر محمد صدیق خاں شبلی مجھے علمی کام جاری رکھنے کی ترغیب دیتے رہے اور میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اس لئے میں ان بزرگوں کا سپاس گزار ہوں۔ یہ ان ہی کی محبت اور شفقت کا نتیجہ ہے کہ خوب سے خوب تر کی راہ پر گامزن ہو کر اقبال کے خطوط جناح کے نام کا یہ جدید ایڈیشن پیش کر رہا ہوں۔

ع... گر قبول افتد زہے عز و شرف

۹۔ اگست ۱۹۹۵ء

محمد جہانگیر عالم

اشاعت کی کہانی

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" (Letters of Iqbal to Jinnah) ہماری تاریخی دستاویزات کا ایک بڑا اہم حصہ ہیں۔ اقبالیات اور تحریک پاکستان کے شائقین کیلئے ان کا مطالعہ بڑا دلچسپ اور اہم ہے۔ کیونکہ یہ خطوط مفکر پاکستان علامہ اقبال (۱۸۷۷ - ۱۹۳۸ء) اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ - ۱۹۴۸) کے درمیان گہرے تعلقات اور فکری ہم آہنگی کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی اساس کا تعین بھی کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ خطوط برصغیر جنوب مشرقی ایشیا کے ایک خاص عہد کے سیاسی حالات اور مسائل پر علامہ اقبال کے نقطہ نگاہ کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ یہ خطوط ایسے وقت لکھے گئے تھے جب ہندوستانی مسلمان اپنی تاریخ کے ایک نازک دور سے گزر رہے تھے۔ برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا مسئلہ فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس فکری انتشار کے زمانے میں علامہ اقبال کی سیاسی بصیرت نے منزل کی نشاندہی کی اور اس کے راستوں کو روشن کیا۔ یہ خطوط ایک طرح سے خطبہ الہ آباد کے اجمال کی تفصیل ہی ہیں۔ ان خطوط میں برصغیر کے دستوری مسائل، مسلم لیگ کی تنظیم نو، مسلم ایشیا کے مستقبل، برصغیر کے مسلمانوں کیلئے ایک جداگانہ مملکت کا قیام اور اس میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے بارے میں علامہ اقبال نے کھل کر اظہار خیال کیا ہے۔ تحریک پاکستان کے پس منظر اور پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے ان خطوط کا مطالعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

سب سے پہلی دفعہ "اقبال کے خطوط جناح کے نام" انگریزی میں لاہور کے مشہور و معروف ناشر شیخ محمد اشرف (۱۹۰۳ء - ۱۹۸۰ء) نے اپریل ۱۹۴۳ء میں شائع کئے۔ اسی سال یہ خطوط ادارہ اشاعت اردو حیدر آباد (دکن) کے زیر اہتمام اردو زبان میں شائع ہوئے۔ اس کے بعد یہ خطوط متعدد بار شائع ہونے کے علاوہ برصغیر کی دوسری زبانوں مثلاً بنگالی اور تامل

وغیرہ میں بھی شائع ہوئے۔ ان خطوط کی اشاعت کی کہانی کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" کی دریافت اور اشاعت کا سہرا جناب محمد شریف طوسی (۱۹۰۰ء - ۱۹۸۳ء) کے سر ہے۔ آپ ان دنوں (دسمبر ۱۹۴۲ء تا مئی ۱۹۴۳ء) بمبئی میں قائداعظم محمد علی جناح کے ذاتی کتب خانہ (لائبریری) میں اپنی کتاب (PAKISTAN MOVEMENT 1906 - 42) کی تیاری کیلئے مواد تلاش کر رہے تھے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے نام برصغیر کے مختلف رہنماؤں کے لکھے ہوئے خطوط آپ کے ہاتھ لگے۔ آپ نے ان کی چھان بین کر کے ہر ایک رہنما کے خطوط الگ الگ کیے۔ ان میں علامہ اقبال کے خطوط بھی تھے جو انہوں نے مئی ۱۹۳۶ء سے نومبر ۱۹۳۷ء کے درمیانی عرصہ میں قائداعظم محمد علی جناح کے نام لکھے تھے۔ آپ نے ان تمام خطوط کو جو کہ تعداد میں تیرہ (۱۳) تھے ترتیب دے کر ٹائپ کیا۔ پھر انہیں قائداعظم محمد علی جناح کے حضور پیش کیا کہ ان خطوط کی اشاعت کا بندوبست ہونا چاہیے۔ ابتدا میں قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ان کی اشاعت پر کچھ تامل کیا، لیکن جب محمد شریف طوسی (۱۹۰۰ء - ۱۹۸۳ء) نے قائداعظم محمد علی جناح پر واضح کیا کہ یہ خطوط برصغیر کے مسلمانوں کے نقطہ نگاہ سے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی اشاعت سے ملک بھر میں اور خصوصاً پنجاب میں مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔ اس خط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس میں علامہ اقبال نے قائداعظم محمد علی جناح کو لکھا تھا۔

> "اس وقت جو طوفان شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے، اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنمائی کی توقع رکھتی ہے۔"

انہوں نے کہا کہ اس سے نہ صرف تحریک پاکستان کو مقبولیت حاصل ہوگی بلکہ اس سے ایک تازہ ولولہ ملے گا۔[1]

---

(۱) ایم ایس طوسی۔ MY REMINISCENCES کراچی ۱۹۷۶ء ص - ۱۱

قائداعظم محمد علی جناح "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کی اشاعت پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ ان کی اشاعت کیلئے یہ مناسب خیال کیا گیا کہ علامہ اقبال کے خطوط کے جواب میں جو خطوط قائداعظم محمد علی جناح نے تحریر کئے تھے ان کو بھی ان کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس سلسلے میں قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی سے ۲۸ جنوری ۱۹۴۳ء کو لاہور میں میاں بشیر احمد (۱۸۹۳ء - ۱۹۷۱ء) ایڈیٹر "ہمایوں" کو لکھا کہ علامہ اقبال کے خطوط کے جواب میں انہوں نے جو خطوط لکھے تھے ان کو تلاش کرا کے ارسال کر دیں۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۳ء کو دوبارہ قائداعظم محمد علی جناح نے میاں بشیر احمد کو لکھا کہ ان خطوط کی اشاعت سے مسلم عوام کی بڑی خدمت ہوگی اور خصوصاً اس مقصد کو جس کیلئے ہم سب لڑ رہے ہیں۔ میاں بشیر احمد نے ۲۴ فروری ۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو جواب دیا کہ علامہ اقبال کے ترکہ کے نگران چودھری محمد حسین (۱۸۹۴ء - ۱۹۵۰ء) ان کے خطوط کو تلاش کرنے میں ناکام ہوئے ہیں، لہٰذا اب ان خطوط کو قائداعظم محمد علی جناح اپنے تبصرہ COMENTS کے ساتھ یا اس کے بغیر شائع کرا دیں۔[۲]

لاہور کے مشہور و معروف ناشر شیخ محمد اشرف (۱۹۰۳ء - ۱۹۸۰ء) کی خدمات اس سلسلے میں بڑی نمایاں ہیں کہ انہوں نے قیام پاکستان سے پہلے اسلام اور تحریک پاکستان کے موضوع پر بہت زیادہ کتابیں شائع کیں جبکہ اس زمانے میں اشاعت کا کام اتنا زیادہ مالی طور پر منفعت بخش نہیں تھا۔ جتنا کہ اب ہے۔ بہر حال تحریک پاکستان کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں شیخ محمد اشرف کی خدمات کا اعتراف ہمیں کھلے دل سے کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنے مخصوص دائرہ کار میں کام کرتے ہوئے قیام پاکستان کی جدوجہد میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان دنوں شیخ محمد اشرف سید مطلوب الحسن (۱۹۱۵ - ۱۹۸۴ء) کی کتاب "محمد علی جناح —— ایک سیاسی مطالعہ" کی اشاعت کا انتظام کر رہے تھے اور ان کا قائداعظم محمد علی جناح سے رابطہ تھا۔ اسی سلسلے میں شیخ محمد اشرف مارچ ۱۹۴۳ء کے آخری ہفتہ میں قائداعظم محمد علی جناح سے دہلی میں ملے۔ اس ملاقات میں دیگر امور کے علاوہ قائداعظم محمد علی جناح نے "اقبال

۲۔ جمیل الدین احمد Quaid-e-Azam as seen by his contemporaries لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۷

کے خطوط جناح کے نام" کی اشاعت کا کام شیخ محمد اشرف کے سپرد کیا اور معاملہ اس طرح طے پایا کہ ان خطوط کا پہلا ایڈیشن تین ہزار کی تعداد میں چھاپا جائے گا اور اس کی رائلٹی شیخ محمد اشرف مبلغ تین سو روپے یکمشت ادا کریں گے۔ یہ رقم مسلم لیگ کے فنڈ کے لئے عطیہ ہوگی۔

۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ان خطوط کی اشاعت کے بارے میں شیخ محمد اشرف کو لکھا کہ جیسا کہ پچھلے دنوں انہوں نے "اقبال کے خطوط جناح کے نام" شائع کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا کہ وہ پہلا ایڈیشن تین ہزار کی تعداد میں چھپوائیں گے اور اس کے لئے رائلٹی کے طور پر مبلغ تین سو روپے یکمشت ادا کریں گے۔ لہٰذا اس رقم کا چیک ارسال کر دیں انہیں خطوط مع پیش لفظ کے ارسال ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس خط میں وضاحت کر دی کہ یہ انتظام صرف پہلے ایڈیشن کیلئے ہے اور اس ایڈیشن میں صرف تین ہزار کاپیاں چھپوائی جائیں گی اور امید ظاہر کی کہ ان کی اشاعت خوبصورت طریق پر ہوگی اور اس کے صفحہ اول پر علامہ اقبال کی اچھی سی تصویر شائع کرنے کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ ان خطوط کی ایک سو کاپیاں اعزازی طور پر قائداعظم محمد علی جناح کو ارسال کی جائیں گی۔ طباعت کے بارے میں قائداعظم محمد علی جناح نے خط کے آخیر میں پھر لکھا کہ اس سلسلے میں انہیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اس کے ماہر ہیں اور انہیں توقع ہے کہ وہ ان خطوط کو بڑے خوبصورت انداز پر طبع کرائیں گے۔

۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء ہی کو شیخ محمد اشرف نے قائداعظم محمد علی جناح کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ اقبال کے خطوط کی اشاعت کیلئے معاہدہ کا مسودہ مع تین سو روپے کا بنک ڈرافٹ ارسال خدمت ہے۔ معاہدہ کی ایک نقل دستخط کے بعد واپس کر دیں۔ خطوط اقبال کیلئے ان کے تجویز کردہ نام کے صحیح الفاظ انہیں یاد نہیں رہے۔ لہٰذا وہ معاہدہ کے مسودہ میں خالی جگہ پر نام لکھ دیں اور توقع ظاہر کی کہ انہوں نے ان خطوط کے تعارف کے طور پر پیش لفظ لکھ دیا ہوگا۔ [۳]

۳۔ سید شمس الحسن PLAIN MR. JINNAH کراچی ۱۹۷۱ء ص ۶۵ - ۱۶۴

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" کیلئے پیش لفظ کا مسودہ محمد شریف طوسی نے تیار کیا اور ٹائپ کرنے کے بعد اسے قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے اس میں معمولی سی ترمیم و تنسیخ کے بعد اس کی منظوری دے دی۔ پیش لفظ کا یہ مسودہ محمد شریف طوسی نے اپنے پاس محفوظ رکھ لیا تھا۔ ۴؎ ان کی وفات کے بعد یہ مسودہ ان کے خلف الرشید ڈاکٹر انور طوسی (جدہ) کے پاس محفوظ تھا۔ ۵؎

۳۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے شیخ محمد اشرف کے خط محررہ ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کے جواب میں تحریر کیا کہ انہیں ان کا خط مل گیا ہے۔ جس میں مبلغ تین سو روپے کا بنک ڈرافٹ اور معاہدہ کا مسودہ تھا۔ معاہدہ کی ایک نقل واپس بھیج رہا ہوں۔ خطوط اقبال کا نام "LETTERS OF IQBAL TO JINNAH" مناسب ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۴۳ء ہی کو شیخ محمد اشرف نے قائداعظم محمد علی جناح کے خط محررہ ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کا جواب دیا۔ جس میں تحریر کیا کہ انہیں خطوط اقبال مع پیش لفظ مل گئے ہیں اور دریافت کیا کہ اس کتابچہ کا نام کیا ہو؟ اس کتابچہ کی قیمت کے بارے میں شیخ محمد اشرف نے اس خط میں لکھا کہ وہ حساب کتاب کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کتابچہ کی قیمت صرف آٹھ آنے کم رہے گی۔ اس لئے ان کے خیال میں اس کی قیمت بارہ آنے ہونی چاہیے اور اس ضمن میں قائداعظم محمد علی جناح کی اجازت چاہی۔ ۴ اپریل ۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے شیخ محمد اشرف کو جواب دیا کہ خطوط اقبال کے کتابچہ کا نام "LETTERS OF IQBAL TO JINNAH" ہو اور اگر وہ مناسب خیال کرتے ہیں تو اس کی قیمت آٹھ آنے کی بجائے بارہ آنے رکھ لیں۔

۱۴ اپریل ۱۹۴۳ء کو شیخ محمد اشرف نے قائداعظم محمد علی جناح کو اطلاع دی کہ "اقبال کے خطوط جناح کے نام" زیر طبع ہیں اور امید ظاہر کی کہ اس ہفتہ کے آخر تک کتاب تیار ہو جائے گی۔ اپریل ۱۹۴۳ء میں کتاب چھپ کر مارکیٹ میں فروخت کیلئے پہنچ گئی ہے۔ کتاب کی فروخت بڑی تیزی کے ساتھ ہوئی۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۳ء کو شیخ محمد اشرف نے

۴۔ ایم ایس طوسی کتاب مذکورہ ص نمبر ۱۲

۵۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور میگزین ۴ ستمبر ۱۹۸۷ء صفحہ نمبر ۶

قائداعظم محمد علی جناح کو خط کے ذریعے اطلاع دی کہ "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کی فروخت بڑی اچھی ہو رہی ہے۔ اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹ جنوری ۱۹۴۴ء کو تحریر کیا کہ انہیں یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ خطوط اقبال کی فروخت بہت اچھی ہو رہی ہے۔

مارچ ۱۹۴۴ء تک "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا۔ چنانچہ ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء کو شیخ محمد اشرف نے قائداعظم محمد علی جناح کو لکھا کہ ان ہی شرائط پر جن پر پہلے معاہدہ ہوا ہے اقبال کے خطوط کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی اجازت عنایت فرمایئے۔ مبلغ تین سو روپے کا چیک ارسال خدمت ہے۔ اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے ۸ اپریل ۱۹۴۴ء کو شیخ محمد اشرف کو تحریر کیا کہ انہیں ان کا خط مع تین سو روپے کی مالیت کا چیک مل گیا ہے اور وہ رضامند ہیں کہ خطوط اقبال کا دوسرا ایڈیشن تین ہزار کی تعداد میں شائع کرلیں اور اس کی شرائط وہی ہوں گی جو پہلے ایڈیشن کیلئے ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کے معاہدہ میں طے ہو چکی ہیں۔ ۸ اپریل ۱۹۴۴ء کو شیخ محمد اشرف نے دوبارہ قائداعظم محمد علی جناح سے درخواست کی کہ براہ کرم "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کے دوسرے ایڈیشن کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ ۱۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اس کا جواب دہلی سے لکھا کہ وہ ان کے خط محررہ ۸ اپریل کیلئے ممنون ہیں اور پہلے ہی ان کو اقبال کے خطوط کی اشاعت کی اجازت کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔ ٦

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" کے دوسرے ایڈیشن میں علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کی تصاویر بھی تھیں۔ اس کے بعد یہ کتاب متعدد بار شائع ہوئی۔ تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں طبع ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۶۳ء، ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۴ء میں بھی شائع ہوئی۔ ساتویں بار ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ ٧

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" کی اشاعت سے قبل ہی قائداعظم محمد علی جناح کو ان خطوط کے ترجمہ کی اشاعت کے لئے کئی فرمائشیں موصول ہونے لگیں۔ اسی طرح کی ایک

٦۔ سید شمس الحسن مذکورہ بالا صفحہ ۱۶۵ تا ۱۷۳ —O— ٧۔ شیخ محمد اشرف مرحوم کا خط راقم الحروف کے نام۔

فرمائش شیخ عطاء اللہ (وفات دسمبر ۱۹۶۸ء) استاد معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف سے آئی۔ انہوں نے ۱۹ فروری ۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح کے نام اپنے خط میں لکھا کہ وہ خطوط اقبال کا مجموعہ "اقبال نامہ" کے نام سے شائع کرا رہے ہیں۔ "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کو ان میں شامل کرنے کی اجازت چاہیے۔ اس خط کا جواب قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے محمد شریف طوسی (جو کہ ان دنوں ایم آر ٹی کے قلمی نام سے مضامین لکھتے تھے اور قائداعظم محمد علی جناح کے ہاں اپنی کتاب کے سلسلے میں کام کر رہے تھے۔) نے دیا کہ ان خطوط کی اشاعت کا انتظام ہوگیا ہے۔ اس لئے ان خطوط کی نقل ارسال نہیں کی جا رہی۔

اپریل ۱۹۴۳ء میں جب "اقبال کے خطوط جناح کے نام" انگریزی زبان میں شائع ہوگئے تو پھر شیخ عطاء اللہ نے ۱۸ اپریل ۱۹۴۳ء کو خط لکھا اور ملاقات کی درخواست کی تاکہ بالمشافہ بات چیت کر کے ان خطوط کی اردو میں اشاعت کی اجازت حاصل کریں۔ ۱۹ اپریل ۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا کہ وہ ان دنوں مسلم لیگ کے اجلاس کے سلسلے میں خاصے مصروف ہیں۔ اجلاس کے بعد ملاقات ہو سکے گی۔ اس طرح یہ معاملہ کچھ وقت کیلئے کھٹائی میں پڑ گیا۔

یکم نومبر ۱۹۴۳ء کو شیخ عطاء اللہ نے دوبارہ اس معاملہ کے بارے میں قائداعظم محمد علی جناح کو خط لکھا۔ اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے ۶ نومبر ۱۹۴۳ء کو لکھا کہ ان خطوط کی انگریزی زبان میں اشاعت کیلئے انہوں نے ایک ناشر سے معاملہ طے کر لیا ہے۔ وہ ان خطوط کا اردو ترجمہ ان کی کتاب "اقبال نامہ" میں شامل کرنے کی اجازت دینے کیلئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ مبلغ تین سو روپے یکمشت بطور رائلٹی اپنی کتاب کے پہلے اڈیشن پر دینے کیلئے تیار ہوں۔ نئے اڈیشن کیلئے بھی اسی طرح کی شرائط ہوں گی۔

- قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خط میں یہ بھی تحریر کیا کہ وہ یہ رقم اپنی ذات کے لئے نہیں مانگ رہے ہیں بلکہ یہ رقم عطیہ کے طور پر مسلم لیگ کے فنڈ میں جمع ہوگی۔ شیخ عطاء اللہ ان شرائط پر ان خطوط کو شائع کرنے پر رضامند نہ ہوئے اور انہوں نے ۱۲ نومبر

۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو لکھ دیا کہ ان کی کتاب کی نکاسی کے امکانات ایسے نہیں کہ وہ اس سلسلے میں کوئی مالی بار برداشت کر سکیں۔

اسی طرح کی ایک فرمائش ۴ ستمبر ۱۹۴۳ء کو باغبانپورہ لاہور سے عفت مقصود نے کی کہ اسے "اقبال کے خطوط جناح کے نام" اردو میں شائع کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے اسے ۱۰ ستمبر ۱۹۴۳ء کو لکھا کہ وہ ان خطوط کے اردو ترجمہ کی اشاعت کی اجازت دینے کیلئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس کی رائلٹی کے طور پر ایک معقول رقم مثلاً مبلغ تین سو روپے یکمشت پہلے ایڈیشن کیلئے جو کہ تین ہزار کی تعداد کا ہو گا دینے کیلئے تیار ہو۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس خط میں یہ بھی لکھا کہ انہیں اس رقم کی سخت ضرورت ہے۔ یہ رقم انہیں اپنی ذات کیلئے نہیں چاہیے بلکہ یہ رقم بطور عطیہ مسلم لیگ کے فنڈ میں جمع ہوگی۔ آئندہ اشاعت کیلئے اسی قسم کی شرائط ہونگی۔ اگر وہ رضامند ہوں تو براہ کرم اطلاع دیں ۸۔ لیکن یہاں بھی بات آگے نہ بڑھ سکی۔

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" سب سے پہلی بار اردو میں ادارہ اشاعت اردو عابد روڈ حیدر آباد دکن سے ستمبر ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئے۔ اردو ترجمہ سید مشتاق احمد چشتی کا تھا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کتابیات اقبال کے متعلق اب تک جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں کسی ایک کتاب میں بھی سید مشتاق احمد چشتی کے "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کے اردو ترجمہ کا ذکر تک نہیں ہے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن سعید نے ان خطوط کا اردو ترجمہ کیا جو کہ حیدر آباد دکن ہی سے شائع ہوا۔ اس ترجمہ کے اب تک تین چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کا سب سے پہلے اردو ترجمہ عبدالرحمٰن سعید کا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ درست نہیں۔ ان خطوط کا سب سے پہلا اردو ترجمہ سید مشتاق احمد چشتی کا ہے۔ یہ ترجمہ ستمبر ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کی اجازت

۸۔ سید شمس الحسن مذکورہ بالا صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۱

کے بغیر یہ ترجمہ شائع ہوا۔ یہ اس طرح ظاہر ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے ۶ نومبر ۱۹۴۳ء کو شیخ عطاء اللہ کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ انہوں نے صرف انگریزی زبان میں ان خطوط کی اشاعت کا معاملہ ایک ناشر سے طے کیا ہوا ہے۔ عبدالرحمن سعید نے خطوط اقبال کا ترجمہ قائداعظم محمد علی جناح کی اجازت سے شائع کیا تھا۔ یہ اس طرح سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ایک خط کے جواب میں لکھا کہ انگریزی اور اردو میں ان خطوط کی اشاعت کیلئے دو پارٹیوں سے معاملہ طے ہو چکا ہے۔ اس وقت تک ان خطوط کے صرف دو اردو ترجمے شائع ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ہی قائداعظم محمد علی جناح کا معاملہ طے ہوا تھا اور وہ عبدالرحمن سعید ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ ان ہی کا ترجمہ بارہا شائع ہوتا رہا جبکہ سید مشتاق احمد چشتی کا ترجمہ دوسری مرتبہ شائع نہ ہو سکا۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایس ایم بذل الحق نے قائداعظم محمد علی جناح سے ان خطوط کے بنگالی ترجمہ شائع کرنے کی اجازت چاہی۔ جس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء کو انہیں جواب دیا کہ وہ ان خطوط کا بنگالی زبان میں ترجمہ شائع کرسکتے ہیں کسی دوسری زبان میں نہیں کیونکہ انگریزی اور اردو میں ان خطوط کی اشاعت کیلئے ان کا دو پارٹیوں سے معاملہ طے ہو چکا ہے۔ اسی طرح ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو کے۔ ایم یوسف نے قائداعظم محمد علی جناح سے درخواست کی کہ انہیں ان خطوط کا ترجمہ تامل زبان میں شائع کرنے کی اجازت دی جائے۔ جس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کو لکھا کہ انہیں "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کو تامل زبان میں شائع کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔۹

قیام پاکستان کے بعد "اقبال کے خطوط جناح کے نام" انگریزی کے علاوہ اردو میں بھی متعدد بار شائع ہوئے۔ "اقبال نامہ" حصہ دوم مرتبہ شیخ عطاء اللہ میں یہ خطوط شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان خطوط کا اردو ترجمہ پروفیسر احمد سعید کی کتاب "اقبال اور قائداعظم" اور محمد حنیف شاہد کی کتاب "علامہ اقبال اور قائداعظم کے سیاسی نظریات" میں بھی شامل ہے۔ "ماہ نو" کے

۹۔ سید شمس الحسن مذکورہ بالا صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۲

علاوہ ملک کے دوسرے رسائل و جرائد میں بھی بارہا یہ خطوط شائع ہو چکے ہیں۔ دسمبر ۱۹۷۶ء میں ان خطوط کا اردو ترجمہ پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی نے کیا جو فیصل آباد سے شائع ہوا۔ سال اقبال ۱۹۷۷ء میں راقم الحروف نے بھی ان خطوط کا اردو ترجمہ مع حواشی تیار کیا۔ اس کے ساتھ ان خطوط کے مباحث پر ایک مقدمہ بھی تحریر کیا جو علمی اور تعلیمی حلقوں میں اچھی نظر سے دیکھا گیا۔

"اقبال کے خطوط جناح کے نام" میں خطوط اقبال کی تعداد تیرہ (۱۳) تھی۔ ۱۹۸۰ء میں مجھے علامہ اقبال کے دو اور خط ملے جو انہوں نے ان ہی دنوں قائداعظم محمد علی جناح کو لکھے تھے۔ پہلا خط ۸ دسمبر ۱۹۳۶ء کا تحریر کردہ ہے اور دوسرا خط ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو لکھا گیا تھا۔ اس طرح حضرت علامہ اقبال کے قائداعظم کے نام خطوط کی تعداد پندرہ (۱۵) ہو گئی۔ علاوہ ازیں تین خطوط ایسے بھی ہیں جو ان ہی دنوں جناب غلام رسول خاں بار ایٹ لاء سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ نے علامہ اقبال کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح کے نام لکھے تھے۔ ان تمام خطوط جو کہ تعداد میں اٹھارہ (۱۸) ہو گئے کو ترتیب دے کر راقم الحروف نے اپریل ۱۹۸۳ء میں "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کا جدید ایڈیشن شائع کرایا تھا۔ پچھلے دنوں معروف اقبال شناس پروفیسر صابر کلوروی نے علامہ اقبال کا قائداعظم محمد علی جناح کے نام ایک اور خط تلاش کیا۔ یہ خط ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء کا تحریر کردہ ہے۔ "اقبالیات" (جلد ۲۸ شمارہ ۴) جنوری مارچ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا ہے۔ روزنامہ "مشرق" لاہور ۹ نومبر ۱۹۸۸ء کے اقبال نمبر میں بھی اس کا متن اور عکس شائع ہوا ہے۔ اس طرح اب حضرت علامہ اقبال کے قائداعظم محمد علی جناح کے نام خطوط کی تعداد انیس (۱۹) ہو گئی ہے۔

خطوط کے مباحث

اقبال کے خطوط جناح کے نام جہاں مفکر پاکستان علامہ اقبال (۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء) اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶۔۱۹۴۸) کے درمیان گہرے تعلقات کا بین ثبوت ہیں وہاں برصغیر جنوب مشرقی ایشیا کے ایک خاص عہد کے سیاسی حالات اور مسائل پر بھی گہری روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ پر آشوب زمانہ آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم نو کا ابتدائی زمانہ تھا۔ مسلم اقلیتی علاقوں میں مسلماں مسلم لیگ کے پرچم تلے اکٹھے ہو رہے تھے مگر مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کی ہر صوبے میں اپنی اپنی علیحدہ تنظیمیں اور سیاسی جماعتیں تھیں اور مسلم لیگ کا وہاں کوئی خاص اثر و رسوخ نہ تھا۔ کانگریس ایک نئے حربے یعنی مسلم رابطہ عوام تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں لانے کے لئے کوشاں تھی۔ ان حالات اور واقعات پر علامہ اقبال کی بڑی گہری نگاہ تھی۔ انہوں نے اپنے خطوط میں مسلم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں اپنے خیالات کا واضح اور غیر مبہم اظہار کیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح ملک کے دستوری مسائل اور حالات کے مطالعہ اور تجزیہ کے بعد پورے طور پر ان کے خیالات سے ہم آہنگ ہوئے اور پھر یہی خیالات مسلم ہندوستان کی اس متحدہ خواہش کی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔ جس کا مظہر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان تھی۔

دسمبر ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد کی صدارت کی۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں واضح طور پر برصغیر جنوب مشرقی ایشیاء کے مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ ریاست کا تصور پیش کیا۔ اسی بنا پر آپ کو مفکر پاکستان کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس ریاست کے حصول کے لئے قائد کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ محمد علی جناح ہیں جو اس دور میں مسلمانوں کی صحیح طریق پر رہنمائی کر سکتے

ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں ایک روز علامہ اقبال کے ہاں قائد اعظم محمد علی جناح کی دیانت، امانت اور قابلیت کا ذکر ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ

"مسٹر جناح کو خدائے تعالیٰ نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج ہندوستان کے کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آتی۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا وہ خوبی کیا ہے۔ آپ نے انگریزی میں کہا

He is incorruptible and unpurcahseable

(نہ تو وہ بدعنوان ہیں اور نہ انہیں خریدا جاسکتا ہے)...... بات یہ ہے کہ انگریز نے ہندوستان میں پارلیمنٹری طرز حکومت کے نام سے اپنی شہنشاہیت کو مضبوط کرنے کا ایک جال بچھایا ہے۔ جناح اس جال کی ایک ایک گرہ سے واقف ہیں۔ وہ بیچارہ صرف یہ کہتا ہے کہ مسلماں اس نظام حکومت کے ماتحت کہیں خسارہ نہ اٹھائیں۔ اس لئے وہ اپنی سیاسی بصیرت کی روشنی میں آپ کو ہوشیار ہوجانے کی تلقین کرتا ہے"۔[1]

علامہ اقبال سمجھتے تھے کہ اس وقت برصغیر جنوب مشرقی ایشیاء کے مسلمانوں کی صحیح طور پر رہنمائی قائد اعظم محمد علی جناح ہی کرسکتے تھے۔ اسی لئے وہ اپنی گفتگوؤں میں قائداعظم محمد علی جناح کی دیانت اور قائدانہ صلاحیتوں کی تعریف کیا کرتے تھے ۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو مولانا راغب احسن (۱۹۰۶۔ ۱۹۷۵) کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اس وقت مسلمانوں کے لئے یہی راہ عمل کھلی ہے کہ وہ مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں اپنی تنظیم کریں۔ مجھ کو ان کی دیانت پر کلی اعتماد ہے"۔[2]

علامہ اقبال نے قائد اعظم محمد علی جناح کو مسلمانوں کے لئے جداگانہ مملکت کے حصول کی خاطر تیار بھی کیا۔ جس کی شہادت قائد اعظم محمد علی جناح کے نام آپ کے خطوط دیتے ہیں۔ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو آپ نے قائد اعظم محمد علی جناح کو تحریر کیا کہ

۱۔ غلام دستگیر رشید۔ آثار اقبال حیدر آباد دکن ص،

۲۔ محمد فرید الحق۔ اقبال۔ جہاں دیگر کراچی ۱۹۸۳،

"آپ بہت مصروف آدمی ہیں مگر مجھے توقع ہے کہ میرے بار بار خط لکھنے کو آپ بار خاطر نہ خیال کریں گے۔ اس وقت جو طوفان شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنمائی کی توقع کا حق رکھتی ہے۔"

اقبال کے خطوط جناح کے نام برصغیر جنوب مشرقی ایشیا کی اہم سیاسی دستاویزات کا حصہ ہیں۔ ان خطوط کے مباحث میں آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم اور خاص طور پر پنجاب میں اسکا دیگر مسلم جماعتوں سے اتحاد وتعاون، اسے عوامی جماعت بنانے کیلئے اسکے منشور اور پروگرام میں تبدیلی کی ضرورت، آل انڈیا نیشنل کنونشن اور مسلم رابطہ عوام تحریک کے مناسب جواب کیلئے مسلم کنونشن کے انعقاد کی تجویز، قانون ہند ۱۹۳۵ء اور کیمونل ایوارڈ کے بارے میں مسلم پالیسی، ہندو مسلم فسادات، جناح سکندر معاہدہ، مسئلہ فلسطین اور برصغیر میں امن وامان کے قیام اور اسلامی شریعت کے نفاذ کیلئے شمال مغربی ہندوستان میں ایک مسلم ریاست کے قیام کی ضرورت اور اہمیت وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ اقبال اس بات کے خواہش مند تھے کہ مسلم لیگ مسلم عوام میں مقبول اور ہردلعزیز ہو۔ یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ مسلم لیگ کے منشور اور نصب العین میں عام مسلمانوں کی حالت بہتر بنانے اور انکی عمومی فلاح وبہبود کیلئے کوئی واضح پروگرام ہو۔ علامہ اقبال نے اپنے خطوط میں قائد اعظم محمد علی جناح کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی کوشش کی۔ آپ نے ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کے نام اپنے خط میں تحریر کیا کہ

"میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کے آئین میں مناسب تبدیلیاں کرنا ضروری ہیں۔ تاکہ مسلم لیگ کو عوام الناس کے قریب تر لایا جائے جنھوں نے اب تک مسلمانوں کے بالائی متوسط طبقے کی سیاسی سرگرمیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ متوسط مسلمان طبقے کو شکایت ہے کہ ہمارے لیڈروں کو صرف اپنے عہدوں سے دلچسپی ہے اور یہ کہ حکومت کے مختلف محکموں میں خالی آسامیاں یونینسٹوں کے

رشتہ داروں یا دوستوں کے لئے مخصوص کر دی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا متوسط طبقہ سیاسی معاملات میں کم دلچسپی لیتا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کی شکایت بجا ہے مجھے امید ہے کہ آپ لیگ کے دستور میں چند مناسب ترمیمات کے بارے میں ضرور غور کریں گے۔ جس سے عوام الناس میں لیگ اور اس کی سرگرمیوں کے ضمن میں بہتر توقعات پیدا ہوں گی"

علامہ اقبال مسلم لیگ کے آئین اور پروگرام میں تبدیلی کی ضرورت کو بہت ضروری خیال کرتے تھے اس لئے آپ نے دوبارہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کے نام اپنے خط میں تحریر کیا۔

"مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ مسلم لیگ کے دستور اور پروگرام میں جن تبدیلیوں کے متعلق میں نے تحریر کیا تھا وہ آپ کے پیش نظر رہیں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانان ہند کی نازک صورتحال کا آپ کو پورا پورا احساس ہے۔ مسلم لیگ کو آخر کار یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے بالائی طبقوں کی ایک جماعت بنی رہے گی یا مسلم جمہور کی، جنہوں نے اب تک بعض معقول وجوہ کی بنا پر اس (مسلم لیگ) میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ کوئی سیاسی تنظیم جو عام مسلمانوں کی حالت سدھارنے کی ضامن نہ ہو۔ ہمارے عوام کے لئے باعث کشش نہیں ہو سکتی۔

نئے دستور کے تحت اعلیٰ ملازمتیں تو بالائی طبقوں کے بچوں کے لئے مختص ہیں اور ادنیٰ ملازمتیں وزراء کے اعزا اور احباب کی نذر ہو جاتی ہیں دیگر امور میں بھی ہمارے سیاسی اداروں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی طرف کبھی غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ روٹی کا مسئلہ روز بروز نازک ہوتا جا رہا ہے...... لہٰذا سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی غربت کا علاج کیا ہے۔ مسلم لیگ کا سارا مستقبل اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کیا کوشش کرتی ہے۔ اگر مسلم لیگ نے (اس ضمن میں) کوئی وعدہ نہ کیا تو مجھے

یقین ہے کہ مسلم عوام پہلے کی طرح اس سے بے تعلق رہیں گے"

۱۹۳۶ء میں قائد اعظم محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم نو کے کام کا آغاز کیا اور پورے ملک کا دورہ کیا۔ مسلمانوں کی علاقائی اور چھوٹی تنظیموں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونے کی دعوت دی۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور مسلمانوں کی انجمنیں اور جماعتیں مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہوگئیں۔ ۲۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو قائد اعظم محمد علی جناح پنجاب کے دورہ پر لاہور تشریف لائے۔ سب سے پہلے آپ نے سر فضل حسین (۱۸۷۷۔ ۱۹۳۶) سے ملاقات کی اور ان سے پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کی استدعا کی، مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مسلم لیگ کی تنظیم نو اور صوبائی پارلیمانی بورڈ کے قیام کی درخواست کی۔ آپ نے بیماری کے باوجود امداد و اعانت کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

"اگر آپ اودھ کے تعلقہ داروں اور بمبئی کے کروڑ پتی سیٹھوں کی قسم کے لوگ پنجاب میں تلاش کریں گے۔ تو یہ جنس میرے پاس نہیں۔ میں صرف عوام کی مدد کا وعدہ کر سکتا ہوں"۔

اس ملاقات کے چشم دید گواہ کی روایت ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح جیسے غیر جذباتی انسان علامہ اقبال کی اس بات سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اپنی کرسی سے دو انچ اٹھے اور بڑے جوش سے کہا کہ

"مجھے صرف عوام کی مدد درکار ہے" ۳۔

قائد اعظم محمد علی جناح کی پنجاب سے واپسی پر علامہ اقبال نے پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کے کا آغاز کیا۔ ۸ مئی ۱۹۳۶ء کو پنجاب کے مسلمانوں کے نام مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح کی حمایت میں علامہ اقبال نے دوسرے مسلم رہنماؤں کے اشتراک سے ایک بیان اخبارات کو جاری کیا۔ جسے ایک پمفلٹ کی صورت میں "مسلمانان پنجاب کے نام اہم اپیل" کے عنوان سے چھپوا کر تقسیم بھی کیا گیا۔ اس میں کہا گیا کہ

۳۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، اقبال کے آخری دو سال کراچی ۱۹۶۱ء ص ۷۔ ۳۰۶

"بطل جلیل مسٹر محمد علی جناح ان قابل فخر مسلم رہنماؤں میں سے ہیں جنکی سیاسی دانش ہمیشہ مسلمانوں کیلئے صبر آزما وقتوں میں مشعل راہ کا کام دیتی رہی ہے۔ جس خلوص اور عزیمت سے انہوں نے مسلمانان ہند کی تمام اہم اور نازک موقعوں پر خدمت کی ہے اس کیلئے مسلمانوں کی آنیوالی نسلوں کے سر عقیدت واحترام سے جھکے رہیں گے۔ انکی تازہ ترین خدمت شہید گنج کے سانحہ المناک سے متعلق ہے جس وقت کہ تمام صوبہ شہید گنج کے واقعہ چونچکاں کیوجہ سے خوف وہراس سے سراسیمہ تھا اور مسلمانوں کے جلیل القدر رہنما اور سرفروش رضاکار قید میں ٹھونس دیئے گئے تھے اور تقریباً تمام اسلامی پریس ضمانتوں اور ضبطیوں کے بار گراں سے عضو معطل بنا ہوا تھا اور پنجاب کے نام نہاد رہنما منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر اپنے فلک بوس محلوں میں محو عشرت تھے۔ اسوقت مسٹر جناح ہی تھے جو بمبئی سے ہزاروں میل کا سفر طے کرکے پنجاب کے مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگانے کیلئے فرشتہ رحمت بن کر نمودار ہوئے۔ انکی تشریف آوری سے صوبے کی فضاء یکسر بدل گئی۔ رہنماؤں اور رضاکاروں کو قید وبند کی مصیبتوں سے رہا کر دیا گیا اور ضمانتوں اور ضبطیوں کی تیز تلوار جو اسلامی پریس کے سر پر لٹک رہی تھی ہٹالی گئی۔ ان پاکیزہ خدمات کو یاد کرکے آج بھی احسان شناس پنجابی مسلمان کا دل تشکر وامتنان کے جذبات سے مسحور ہو جاتا ہے۔ انکی سب سے آخری خدمت جو انکی سیاسی بصیرت پر دال ہے اس اسکیم کی صورت میں جلوہ گر ہوئی جسکے تحت تمام صوبوں میں انتخابات مسلم لیگ کے جھنڈے تلے لڑے جائیں گے اور اس طرح مسلمان ان کھرے اور قابل اعتماد ارکان کو اسمبلی میں بھیجنے کے قابل ہو سکیں گے جو قوم و وطن کے مفاد عالیہ کیلئے ہر ممکن قربانی اور ایثار کرنے کو تیار ہوں گے......وہ قوم اور ملک کے خادم بن کر جائیں گے اور قوم ووطن کے مفاد عالیہ کیلئے انہیں بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرانا ہوا تو وہ کبھی دریغ نہیں کریں گے"۔[۴]

۴۔ محمد رفیق افضل (مرتبہ) گفتار اقبال۔ لاہور ۱۹۶۹ء ص ۵ — ۲۰۳

۱۲ مئی ۱۹۳۶ء کو لاہور کے مسلم رہنماؤں کا ایک اجلاس علامہ اقبال کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کی جائے اور پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے مندرجہ ذیل عہدے دار مقرر کیے گئے۔

صدر ——— علامہ اقبال

نائب صدر ——— ملک برکت علی — خلیفہ شجاع الدین

سیکرٹری ——— غلام رسول خان

جائنٹ سیکرٹری ——— میاں عبدالمجید اور عاشق حسین بٹالوی

علاوہ ازیں ایک قرارداد کے ذریعہ قائد اعظم محمد علی جناح کی اس سکیم کا خیر مقدم کیا گیا جس کی رو سے آل انڈیا مسلم لیگ ایک مرکزی پارلیمانی بورڈ قائم کر کے تمام صوبوں میں مسلمانوں کے انتخابات کی نگرانی کرے گی اور مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ اس سکیم کو کامیاب بنانے کی پوری کوشش کریں۔ ۵

قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کا کام بڑی تیزی سے ہونے لگا اور اس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ پنجاب میں بھی علامہ اقبال کے زیر اثر مسلم لیگ کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء کو علامہ اقبال نے مسلم لیگ کی کامیابی کے بارے میں قائد اعظم محمد علی جناح کو لکھا ہے۔ کہ

"مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کا کام آگے بڑھ رہا ہے۔ مجھے پوری توقع ہے کہ پنجاب کی جماعتیں بالخصوص احرار اور اتحاد ملت تھوڑی بہت نزاع اور کشمکش کے بعد آخر کار آپ کے ساتھ شریک ہو جائیں گی"۔

۲۸ مئی ۱۹۳۶ء کو علامہ اقبال کے دولت کدہ پر مسلم لیگ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مرکزی پارلیمانی بورڈ کے پنجاب کے اراکین کے علاوہ خلیفہ شجاع الدین، ملک برکت علی، سید محمد علی جعفری، ملک نور الٰہی مالک روزنامہ "احسان" پیر تاج الدین بیرسٹر ایٹ لا، ملک نور احمد، غلام رسول خان بیرسٹر ایٹ لا، شیخ اکبر علی ایڈووکیٹ، میاں

۵۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کتاب مذکور ص ۳۱۵

عبدالمجید بیرسٹرایٹ لا اور عاشق حسین بٹالوی نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب میں ہونے والے عام انتخابات میں مسلم لیگ حصہ لے اور اس کے لئے ایک صوبائی پارلیمانی بورڈ بھی قائم کیا جائے۔ علاوہ ازیں پارلیمانی بورڈ کے قواعد وضوابط مرتب کر کے شائع کئے جائیں۔٦

چنانچہ پنجاب صوبائی پارلیمانی بورڈ تشکیل دیا گیا اور اسکے قواعد و ضوابط مرتب کر کے شائع کئے گئے۔ اسکے علاوہ مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ جنکے ذمے نشرواشاعت اور پنجاب کے مختلف اضلاع میں جاکر پارلیمانی بورڈ کے اغراض و مقاصد سے عوام کو متعارف کرانا تھا۔ شروع شروع میں اتحاد ملت اور مجلس احرار اسلام نے مسلم لیگ کیساتھ تعاون کیا مگر جلد ہی ان جماعتوں نے علیحدہ علیحدہ انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ اسی طرح مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے درمیان مفاہمت کی بات چیت ہوئی مگر وہ بھی بے سود رہی۔ اسکے بارے میں علامہ اقبال نے ۲۳ اگست ۱۹۳۶ء کو قائد اعظم محمد علی جناح سے دریافت کیا تھا کہ ان کی کیا رائے ہے۔

> "پنجاب پارلیمانی بورڈ اور یونینسٹ پارٹی کے مابین مفاہمت کی کچھ گفتگو ہو رہی ہے۔ اس قسم کی مفاہمت کے بارے میں آپکی کیا رائے ہے اور اس کیلئے آپ کیا شرائط تجویز کرتے ہیں؟ میں نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ آپ نے بنگال پرجا پارٹی اور پارلیمانی بورڈ میں مصالحت کرا دی ہے۔ اسکی شرائط وضوابط سے مجھے مطلع فرمائیے چونکہ پرجا پارٹی بھی یونینسٹ پارٹی کی طرح غیر فرقہ وارانہ ہے۔ اسلئے بنگال میں آپ کی مصالحت آپ کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہے"۔

علامہ اقبال کا خیال تھا کہ مسلم لیگ کو مسلم اکثریتی علاقوں میں زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ وہ چاہتے تھے کہ ۱۹۳۷ء میں ہونیوالا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد کیا جائے اس سے پنجاب میں سیاسی بیداری پیدا ہوگی اور مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔

چنانچہ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کے خط میں علامہ اقبال نے قائد اعظم محمد علی جناح کو تحریر کیا کہ

٦۔ ایضاً ص ۳۱۸

"مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس کسی مسلم اقلیت کے صوبہ کی بجائے پنجاب میں منعقد کرنا بہتر ہوگا۔ لاہور میں اگست کا مہینہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ لاہور میں وسط اکتوبر میں جب موسم خوشگوار ہوجاتا ہے مسلم لیگ کے اجلاس کے انعقاد کے بارے میں غور فرمائیں۔ پنجاب میں آل انڈیا مسلم لیگ سے دلچسپی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ لاہور میں مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس کا انعقاد پنجاب کے مسلمانوں میں ایک نئی سیاسی بیداری کا باعث ہوگا"۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جانہ ہوگا اگر یہ بھی بتایا جائے کہ علامہ اقبال کا خیال تھا کہ پنجاب میں برصغیر کے مسلمانوں کی ملی تحفظ کے لئے آئندہ تمام لڑائیاں لڑی جائیں گی۔ جیسا کہ آپ نے بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق (۱۸۷۰۔۱۹۶۱) کے نام اپنے خط محررہ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ میں تحریر کیا۔

"مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لئے جو لڑائیاں آئندہ لڑنی پڑیں گی۔ ان کا میدان پنجاب ہوگا۔" ے

آپ نے دوبارہ ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح سے درخواست کی کہ مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس لاہور میں منعقد کیا جائے۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا کہ

"میں مکرر درخواست کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کا اجلاس اکتوبر کے وسط یا آخر میں لاہور میں منعقد کیا جائے۔ پنجاب میں مسلم لیگ کیلئے جوش و خروش برابر بڑھ رہا ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ لاہور میں اسکا اجلاس مسلم لیگ کی تاریخ میں انقلاب آفریں باب اور عوام سے رابطہ استوار کرنے کیلئے ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگا"۔

۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ یہ اجلاس مسلم لیگ کی تنظیم نو کے زمانے کا پہلا اجلاس تھا اور مسلم لیگ کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اجلاس میں آسام، بنگال اور پنجاب کے وزرائے اعظم نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا۔ جس سے مسلمانوں کے قومی اتفاق واتحاد کا اظہار ہوا اور مسلم لیگ کی حیثیت بلند ہوئی۔

ے۔ ڈاکٹر ممتاز حسن (مرتبہ) اقبال اور عبدالحق لاہور ۱۹۷۳ء ص ۴۴

یہ اجلاس اس لحاظ سے بھی اہم ہے۔ کہ اس میں قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت کو برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں نے تسلیم کرلیا۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر کوپ لینڈ لکھتے ہیں۔

"تینوں مسلمان وزرائے اعظم کی شرکت نے مسلم لیگ میں زندگی کی جو روح پھونکی وہ تمام پرجوش تقریروں سے زیادہ تھی۔ مسٹر جناح کا شمار اگرچہ ہمیشہ ہندوستان کی صف اول کے لیڈروں میں ہوتا رہا ہے لیکن انہیں اب تک اپنی قوم کی مجموعی اور غیر مشروط تائید کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے قائداعظم ہونے کی بجائے وہ ہمیشہ مسلمانوں کے ایک خاص طبقے کے لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ انہیں سیاسیات کے بائیں بازو کا ایک ایسا لیڈر خیال کیا جاتا تھا۔ جو برطانوی اقتدار کا سخت مخالف اور ہندوستانی قومیت کا بے خوف علمبردار تھا۔ انہی خصائص کی بنا پر قدامت پسند مسلمان انہیں کانگریس کا حامی سمجھنے پر مجبور تھے۔ لیکن اب جناح کی حیثیت یہ نہیں رہی تھی وہ مسلمانوں کے بہت سے لیڈروں میں سے ایک لیڈر نہیں تھے۔ بلکہ پوری قوم کے تنہا اور واحد نمائندہ لیڈر بن گئے تھے"۔ ۸

قانون ہند ۱۹۳۵ء کے تحت ۷-۱۹۳۶ء میں ملک بھر میں عام انتخابات ہوئے۔ ان میں کانگریس کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس سے کانگرس کو اپنی قوت کا احساس ہوا۔ چنانچہ کانگریس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹- ۱۹۶۴ء) نے ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو دہلی میں ایک آل انڈیا نیشنل کنونشن منعقد کی۔ جس میں کانگریس کے ٹکٹ پر منتخب ہونیوالے تمام صوبائی اسمبلیوں کے اراکین نے شرکت کی۔ اس کنونشن میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹- ۱۹۶۴ء) نے کہا کہ

"ہم لوگ مدت تک اس وہم میں مبتلا رہے کہ فرقہ پرست لیڈروں سے مفاہمت یا سمجھوتہ کرنے سے مسائل کا تصفیہ ہو جائے گا۔ اس چکر میں پڑ کر ہم نے عوام کو نظرانداز کئے رکھا۔ یہ طرز عمل غلط اور یہ پالیسی بیکار تھی۔ آئندہ

۸- کوپ لینڈ- Indian Politics ص - ۸۳

ہم کبھی اس طرف رجوع نہیں کریں گے۔ تعجب ہے کہ ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں جو مسلمانوں کو ایک الگ گروہ تصور کرکے ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں یہ انداز فکر قرون وسطیٰ میں رائج ہو تو ہو، موجودہ زمانے میں اسے کوئی نہیں پوچھتا۔ آج کل ہر چیز پر اقتصادی نقطہ نظر سے غور کیا جاتا ہے۔ جہاں تک افلاس، بے کاری اور قومی آزادی کا سوال ہے ہندوؤں مسلمانوں، سکھوں اور مسیحیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چوٹی کے فرقہ پرست لیڈر ہر وقت حصے بخرے اور بٹوارے کی باتیں کرتے رہتے ہیں کہ ان کی قوم کو ملازمتوں میں کتنا حصہ ملے گا اور اسمبلی میں کتنی نشستیں حاصل ہوں گی۔ ان لیڈروں کو چھوڑ کر جب ہم براہ راست عوام سے ملتے ہیں تو ہمیں وہی مشترکہ مسائل کار فرما نظر آتے ہیں جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے یعنی افلاس بے کاری اور قومی آزادی کی لگن۔ ان نام نہاد فرقہ وارانہ مسائل کے حل کا بھی یہی طریقہ ہے کہ لیڈروں کو نظرانداز کرکے براہ راست عوام سے ربط وضبط پیدا کیا جائے......

اگرچہ الیکشن میں ہم مسلمانوں کے حلقوں سے اپنے امیدوار منتخب نہیں کراسکے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان عوام میں ہم کامیاب و سرخرو ہیں یہ لوگ یقیناً فرقہ پرستی کی لعنت کو ترک کرنے پر کسی حد تک آمادہ ہوگئے ہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ان حالات سے فائدہ اٹھائیں اور مسلمان عوام اور ان کے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی جماعت میں شامل کرکے ملک کو ہر نوع کی فرقہ پرستی سے پاک کردیں۔"۹

پنڈت جواہر لال نہرو کی متذکرہ بالا تقریر کے پیش نظر علامہ اقبال نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کے نام اپنے خط میں تحریر کیا کہ

"میرا خیال ہے کہ آپ نے پنڈت جواہر لال نہرو کا وہ خطبہ جو انہوں نے آل

۹۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ اقبال کے آخری دو سال۔ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۳۸۱، ۳۸۳

انڈیا نیشنل کنونشن میں دیا ہے پڑھا ہو گا اور اسکے بین السطور جو پالیسی کار فرما ہے اسکو آپ نے بخوبی محسوس کرلیا ہو گا۔ جہاں تک اسکا تعلق ہندوستان کے مسلمانوں سے ہے میں سمجھتا ہوں آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ نئے دستور نے مسلمانوں کو کم از کم اس بات کا ایک نادر موقع دیا ہے کہ وہ ہندوستان اور مسلم ایشیاء کی آئندہ سیاسی ترقی کے پیش نظر اپنی قومی تنظیم کر سکیں۔ اگرچہ ہم ملک کی دیگر ترقی پسند جماعتوں کیساتھ تعاون کیلئے تیار ہیں تاہم ہمیں اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کہ ایشیاء میں اسلام کی اخلاقی اور سیاسی طاقت کے مستقبل کا انحصار بہت حد تک ہندوستان کے مسلمانوں کی مکمل تنظیم پر ہے اسلئے میری تجویز ہے کہ آل انڈیا نیشنل کنونشن کو ایک موثر جواب دیا جائے۔ آپ جلد از جلد دہلی میں ایک آل انڈیا مسلم کنونشن منعقد کریں۔ جس میں شرکت کیلئے نئی صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کے علاوہ دوسرے مقتدر مسلم رہنماؤں کو بھی مدعو کریں۔ اس کنونشن میں پوری قوت اور قطعی وضاحت کیساتھ بیان کر دیں کہ سیاسی مطمع نظر کی حیثیت سے مسلمانان ہند ملک میں جداگانہ سیاسی وجود رکھتے ہیں یہ انتہائی ضروری ہے کہ اندرون اور بیرون ہند کی دنیا کو بتا دیا جائے کہ ملک میں صرف اقتصادی مسئلہ ہی تنہا ایک مسئلہ نہیں ہے اسلامی نقطہ نگاہ سے ثقافتی مسئلہ ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے اپنے اندر زیادہ اہم نتائج رکھتا ہے اور کسی صورت سے بھی یہ اقتصادی مسئلہ سے کم اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر آپ ایسی کنونشن منعقد کر سکیں تو پھر ایسے مسلم اراکین اسمبلی کی حیثیت کا امتحان ہو جائیگا۔ جنہوں نے مسلمانان ہند کی امنگوں اور مقاصد کیخلاف جماعتیں قائم کر رکھی ہیں۔ مزید برآں اس سے ہندوؤں پر عیاں ہو جائیگا کہ کوئی سیاسی حربہ خواہ کیسا ہی عیارانہ کیوں نہ ہو پھر بھی مسلمانان ہند اپنے ثقافتی وجود کو کسی طور نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء کو دوبارہ علامہ اقبال نے قائد اعظم کے نام اپنے خط میں اپنی تجویز کو دہرایا کہ

"ہمیں فوراً ایک آل انڈیا مسلم کنونشن (کسی بھی مقام پر) مثلاً دہلی میں منعقد کر کے حکومت اور ہندوؤں کو ایک بار پھر مسلمانان ہند کی پالیسی سے آگاہ کر دینا چاہیے"

آل انڈیا نیشنل کنونشن کے اختتام کے فوری بعد کانگریس نے اپنی توجہ مسلمانوں کی طرف مبذول کردی اور اس سلسلہ میں کانگریس کی ہائی کمان کے تحت ایک الگ شعبہ مسلم رابطہ عوام قائم کیا گیا۔ جسکا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو کانگریس میں جذب کر کے انکے جداگانہ وجود کو ختم کیا جائے۔

"مگر مسلمان کانگرس کے فریب میں نہ آئے اور اس کی یہ کوششیں ناکام ہوئیں۔ بلکہ اس کے برعکس مسلمانوں نے اپنے باہمی انتشار کو ختم کر کے اپنے آپ کو متحد کیا اور مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو گئے اور ضمنی انتخابات سے ثابت ہو گیا کہ مسلمان، مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کی نگراں ہے بلکہ ان کے جداگانہ قومی تشخص کی حامل بھی ہے"۔[۱۰]

علامہ اقبال نے اپنے خطوط میں سیاسی مسائل کو حل کرنے کیساتھ ساتھ مسلمانوں کی غربت و افلاس کے علاج کیلئے قائد اعظم محمد علی جناح کو مشورہ دیا کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی اپنی جداگانہ ریاست ہو اور اس میں نظام شریعت کا نفاذ ہو۔ اس سے مسلمانوں کی سیاسی اور اقتصادی زندگی درست ہو سکے گی۔ آپ نے ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام اپنے خط میں تحریر کیا کہ

"اسلامی قانون کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اگر اس نظام قانون کو اچھی طرح سمجھ کر نافذ کر دیا جائے۔ تو ہر شخص کیلئے کم از کم حق معاش محفوظ ہو جاتا ہے لیکن شریعت اسلام کا نفاذ اور ارتقاء ایک آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کے بغیر اس ملک میں ناممکن ہے۔ سالہا سال سے یہی میرا عقیدہ رہا ہے اور اب بھی میرا ایمان ہے کہ مسلمانوں کی غربت (روٹی کا مسئلہ) اور ہندوستان میں امن و امان کا قیام اسی سے حل ہو سکتا ہے۔"

۱۰۔ محمد جہانگیر عالم۔ تحریک پاکستان۔ لائل پور ۱۹۷۵ ص ۱۵۷

پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹۔ ۱۹۶۴ء) بہت حد تک اشتراکیت کی طرف مائل تھے وہ ملکی مسائل کو مادی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کے قائل تھے۔ آل انڈیا نیشنل کنونشن کے خطبہ میں انہوں نے عوام کی غربت وافلاس کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو کانگرس کے دام فریب میں لانے کی ناکام کوشش کی۔ پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹۔ ۱۹۶۴) کی اشتراکیت پر بحث کرتے ہوئے علامہ اقبال نے اپنے مذکورہ بالا خط میں تحریر کیا کہ

"جواہر لال کی بے دین اشتراکیت مسلمانوں میں کوئی تاثر پیدا نہ کر سکے گی.... جواہر لال کی اشتراکیت کا ہندوؤں کی ہیت سیاسیہ کیساتھ پیوند خود ہندوؤں کے آپس میں خون و خرابہ کا باعث ہوگا۔ اشتراکی جمہوریت اور برہمنیت کے درمیان وجہ نزاع برہمنیت اور بدھ مت کے درمیان وجہ نزاع سے مختلف نہیں ہے۔ آیا اشتراکیت کا حشر ہندوستان میں بدھ مت کا سا ہوگا یا نہیں؟ میں اس بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا لیکن میرے ذہن میں یہ بات صاف ہے کہ اگر ہندو دھرم اشتراکی جمہوریت اختیار کرلیتا ہے۔ تو خود ہندو دھرم ختم ہوجاتا ہے۔ اسلام کیلئے اشتراکی جمہوریت کو مناسب تبدیلیوں اور اسلام کے اصول شریعت کیساتھ اختیار کرلینا کوئی انقلاب نہیں بلکہ اسلام کی حقیقی پاکیزگی کی طرف رجوع ہوگا۔ موجودہ مسائل کا حل مسلمانوں کیلئے ہندوؤں سے کہیں زیادہ آسان ہے لیکن جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے مسلم ہندوستان کے ان مسائل کا حل آسان طور پر کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ملک کو ایک یا زیادہ مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے۔ جہاں پر مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔ کیا آپکی رائے میں اس مطالبہ کا وقت نہیں آ پہنچا؟ شاید جواہر لال کی بے دین اشتراکیت کا آپکے پاس یہ ایک بہترین جواب ہے"

علامہ اقبال کے ان خطوط میں سے ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو تحریر کردہ خط اپنے مباحث کے اعتبار سے بڑا منفرد اور اہم ہے۔ اس خط میں اس زمانے کے برصغیر پاک وہند کے سیاسی حالات اور مسائل کے بارے میں علامہ اقبال کے خیالات کی پوری جھلک موجود ہے۔ اس

زمانے میں آئے دن ہندو مسلم فسادات ہوتے رہتے تھے۔ مسلم اقلیتی علاقوں کے علاوہ مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی ہندو مسلم فسادات عام تھے۔ علامہ اقبال کے نزدیک ان فسادات کے اسباب نہ تو مذہبی تھے اور نہ ہی اقتصادی بلکہ خالصتاً سیاسی تھے۔ انہوں نے ان فسادات کے بارے میں قائداعظم کو اپنے خط میں تحریر کیا کہ

''میں عرض کرتا ہوں کہ ہم فی الحقیقت خانہ جنگی کی حالت ہی میں ہیں اگر فوج اور پولیس نہ ہو تو یہ (خانہ جنگی) دیکھتے ہی دیکھتے پھیل جائے۔ گزشتہ چند ماہ سے ہندو مسلم فسادات کا ایک سلسلہ قائم ہوچکا ہے۔ میں نے تمام صورت حال کا اچھی طرح سے جائزہ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان حالات کے اسباب نہ مذہبی ہیں اور نہ اقتصادی بلکہ خالص سیاسی ہیں یعنی مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی ہندوؤں اور سکھوں کا مقصد مسلمانوں پر خوف وہراس طاری کرنا ہے''

قانون ہند ۱۹۳۵ء کو برصغیر پاک وہند کی تمام سیاسی جماعتوں نے ناپسند کیا۔ علامہ اقبال بھی اس سے مطمئن نہیں تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ قانون مسلمانوں کے مفادات اور حقوق کے تحفظ اور نگہداشت کے لئے ناکافی ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کو ایک موقع ضرور مہیا کر رہا ہے کہ وہ اپنی قومی تنظیم کر سکیں۔ اس قانون کے نفاذ سے مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی مسلمان ہندوؤں کے رحم وکرم پر بھروسہ کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ مذکورہ بالا خط میں علامہ اقبال نے اس قانون کے بارے میں تحریر کیا کہ

''نیا دستور (قانون ہند ۱۹۳۵ء) کچھ اس قسم کا ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی مسلمانوں کو غیر مسلموں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم وزارتیں کوئی مناسب کارروائی نہیں کر سکتیں بلکہ انہیں خود مسلمانوں سے ناانصافی برتنا پڑتی ہے تاکہ وہ لوگ جن پر وزارت کا انحصار ہے خوش رہ سکیں اور ظاہر کیا جاسکے کہ وزارت قطعی طور پر غیر جانب دار ہے۔ لہٰذا یہ واضح ہے کہ ہمارے پاس اس دستور کو رد کرنے کے خاص وجوہ موجود ہیں مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیا دستور ہندوؤں کی خوشنودی کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ ہندو

اکثریتی صوبوں میں ہندوؤں کو قطعی اکثریت حاصل ہے اور وہ مسلمانوں کو بالکل نظرانداز کر سکتے ہیں مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کو کاملاً ہندوؤں پر انحصار کرنے کیلئے مجبور کر دیا گیا ہے۔ میرے ذہن میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ یہ دستور ہندوستانی مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کیلئے بنایا گیا ہے؟"

اپنے اسی خط میں علامہ اقبال نے تحریر کیا کہ کانگرس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے واضح الفاظ میں مسلمانوں کے جداگانہ قومی وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ہندوؤں کی دوسری سیاسی جماعت ہندو مہا سبھا جو کہ ہندو عوام کی نمائندہ جماعت ہے متحدہ قومیت کے نظریہ کی حامی نہیں ہے۔ جیسا کہ ہندو مہاسبھا کے صدر ساورکر (۱۸۸۳ـ۱۹۶۶) نے ۱۹۳۷ء میں اپنی ایک تقریر میں کہا کہ

"یہ ایک ٹھوس واقعہ ہے کہ ہمیں یہ نام نہاد فرقہ وارانہ مسائل ہندو اور مسلمانوں کے درمیان صدیوں کی ثقافتی مذہبی اور قومی معاندت سے ورثے میں ملے ہیں۔ آج ہندوستان کو ایک متحد اور ہم آہنگ قوم فرض نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے برعکس ہندوستان میں دو بڑی قومیں ہیں ایک ہندو دوسری مسلمان" [۱۱]

ہندوستان کے سیاسی مسائل کا حل علامہ اقبال کے نزدیک یہی تھا کہ

"ملک کی از سر نو تقسیم کی جائے جس کی بنیاد نسلی مذہبی اور لسانی اشتراک پر ہو، ہندوستان بھر کو ایک ہی وفاق میں مربوط رکھنے کی تجویز بالکل بے کار ہے۔ مسلم صوبوں کے ایک جداگانہ وفاق کا قیام صرف واحد راستہ ہے جس سے ہندوستان میں امن وامان قائم ہوگا اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے غلبہ وتسلط سے بچایا جاسکے گا۔ کیوں نہ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو علیحدہ اقوام تصور کیا جائے جنہیں ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی دوسری اقوام کی طرح حق خود اختیاری حاصل ہو۔"

قانون ہند ۱۹۳۵ء کی منظوری سے پہلے برطانوی حکومت نے ہندوستان کی مجالس قانون

۱۱۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی برصغیر پاک وہند کی ملت اسلامیہ (اردو ترجمہ) کراچی ۱۹۶۷ء ص ۳۶۹

ساز میں مختلف اقوام کی نمائندگی کے تعین کے لئے ایک اعلان کیا جو کمیونل ایوارڈ کے نام سے مشہور ہے اس کی رو سے مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخاب کا اصول تسلیم کرلیا گیا۔ اگرچہ کمیونل ایوارڈ میں مسلمانوں کے تمام مطالبات کو قبول نہیں کیا گیا۔ لیکن مسلمانوں نے اسے ملک کے وسیع تر مفاد کے پیش نظر منظور کرلیا۔ علامہ اقبال بھی کمیونل ایوارڈ کو اس لحاظ سے پسند کرتے تھے کہ اس میں ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی وجود کو تسلیم کرلیا ہے۔ جب علامہ اقبال کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اس ایوارڈ کو تبدیل کروانے کے درپے ہیں تو آپ نے ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے خط میں قائد اعظم کو تحریر کیا کہ

"مسلم لیگ ایک مناسب قرارداد کی صورت میں کمیونل ایوارڈ سے متعلق اپنی پالیسی کا اعلان یا مکرر وضاحت کردے۔ پنجاب اور معلوم ہوا ہے کہ سندھ میں بھی بعض فریب خوردہ مسلمان اس فیصلہ کو اس طرح تبدیل کرنے کے لئے تیار ہیں کہ یہ ہندوؤں کے حق میں زیادہ مفید ہوجائے ایسے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہندوؤں کو خوش کر کے وہ اپنا اقتدار بحال رکھ سکیں گے۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ برطانوی حکومت ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتی ہے جو کمیونل ایوارڈ میں گڑبڑ کرانے کو خوش آمدید کہیں گے۔ لہٰذا وہ (برطانوی حکومت) کوشش کررہی ہے کہ اپنے مسلم ایجنٹوں کے ذریعے اس میں گڑبڑ کرائے"

اسی خط کے اختتام پر آپ نے دوبارہ لکھا کہ

"مسلم لیگ یہ قرارداد پاس کرے کہ کوئی صوبہ دوسری اقوام کے ساتھ کمیونل ایوارڈ سے متعلق کوئی سمجھوتہ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ یہ ایک کل ہند مسئلہ ہے اور صرف مسلم لیگ ہی کو اس کا فیصلہ کرنا چاہئے ممکن ہے آپ ایک قدم آگے بڑھ کر کہیں کہ موجودہ فضا کسی فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے مناسب نہیں"

جنگ عظیم کے بعد سے دنیائے اسلام گوناگوں مسائل سے گھری ہوئی ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ اہم فلسطین کا مسئلہ ہے "مسئلہ فلسطین کو" علامہ اقبال کے خیال میں "اگر اس کے تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو فلسطین ایک خالص اسلامی مسئلہ ہے جو

تمام دنیائے اسلام پر شدت کے ساتھ اثر انداز ہو گا" ۱۲۔ عالم اسلام اس مسئلہ سے مضطرب ہے۔ آج بھی یہ مسئلہ مسلمانوں کے لئے وبال جان بنا ہوا ہے۔ کئی جنگیں ہو چکی ہیں مگر یہ مسئلہ طے نہیں ہوا۔ علامہ اقبال کا خیال تھا کہ مسلم لیگ کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اس سے جہاں عربوں کی حمایت ہوگی وہاں اس کے ساتھ ساتھ مسلمانان ہند کو متحد کرنے کا موقع بھی ملے گا جس سے مسلم لیگ کی تحریک کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ آپ نے ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام اپنے خط میں تحریر کیا کہ

"مسئلہ فلسطین نے مسلمانوں کو مضطرب کر رکھا ہے، مسلم لیگ کے مقاصد کے لئے عوام سے رابطہ پیدا کرنے کا ہمارے لئے یہ نادر موقع ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسلم لیگ اس مسئلہ پر ایک زور دار قرارداد ہی منظور نہیں کرے گی۔ بلکہ لیڈروں کی ایک غیر رسمی کانفرنس میں کوئی ایسا لائحہ عمل بھی تیار کیا جائے گا جس میں مسلمان عوام بڑی تعداد میں شامل ہو سکیں۔ اس سے (ایک طرف تو) مسلم لیگ کو مقبولیت حاصل ہوگی اور (دوسری طرف) شائد فلسطین کے عربوں کو فائدہ پہنچ جائے۔ ذاتی طور پر میں کسی ایسے امر کے لئے جس کا اثر ہندوستان اور اسلام پر پڑتا ہو، جیل جانے کے لئے تیار ہوں۔ مشرق کے عین دروازہ پر ایک مغربی چھاؤنی کا قیام (اسلام اور ہندوستان) دونوں کے لئے پر خطر ہے"

قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ ۱۵۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں اپنے خطبہ صدارت میں مسئلہ فلسطین پر تفصیلی بحث کی۔ آپ نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا کہ "میں حکومت برطانیہ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس نے مسئلہ فلسطین کا جرات دلیری اور انصاف کیساتھ فیصلہ نہ کیا تو یہ حکومت برطانیہ کی تاریخ میں ایک جدید انقلاب کا دروازہ کھول دیگا۔ میں صرف مسلمانان ہند کی نہیں بلکہ اس معاملہ میں مسلمانان عالم کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ اور تمام انصاف پسند اور فکر مند اصحاب اس بات میں میری تائید کریں گے۔ جب میں یہ کہونگا کہ اگر برطانیہ نے اپنے ان مواعید عزائم اور اعلانات

۱۲۔ لطیف احمد شیروانی۔ حرف اقبال۔ لاہور ص ۲۱۹

کو جو زمانہ قبل وبعد جنگ تمام دنیا کے روبرو غیر مشروط طور پر عربوں کے ساتھ کئے تھے پورا نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود رہا ہے۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ عربوں کے اندر نہایت شدید احساس پیدا ہو چکا ہے اور حکومت برطانیہ جھلا کر اور جوش میں آ کر اعراب فلسطین کے خلاف نہایت سخت تشدد کے استعمال پر اتر آئی ہے۔ مسلمانان ہندوستان عربوں کے اس منصفانہ اور جرات آموزانہ جہاد میں انکی ہر ممکن امداد کریں گے۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے میں انکو یہ پیغام بھیجنا چاہتا ہوں کہ اس منصفانہ جنگ میں وہ جس عزم اور حوصلے کیساتھ لڑ رہے ہیں وہ انجام کار کامیاب ہو کر رہیں گے۔"[۱۳]

اس اجلاس میں ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں حکومت برطانیہ کو آگاہ کیا گیا کہ "اگر وہ بیت المقدس میں یہودیوں کی حمایت کی پالیسی سے باز نہ آئے گی تو اسلامی ممالک کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے ہندوستان کے مسلمان بھی برطانیہ کو اسلام کا دشمن تصور کریں گے اور مجبوراً اس کے ردعمل کے لئے مذہب کی ہدایت کے مطابق ان کو کوئی اور پالیسی اختیار کرنا پڑے گی۔" علاوہ ازیں ۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مسلم لیگ نے قاہرہ فلسطین کانفرنس میں اپنا ایک وفد بھیجا جو عبدالرحمٰن صدیقی (وفات ۱۹۵۳) خلیق الزماں (۱۸۸۹۔ ۱۹۷۳ء) اور مولوی مظہرالدین (وفات ۱۹۳۹ء) پر مشتمل تھا۔[۱۴]

جناح سکندر معاہدہ ان خطوط کا ایک دلچسپ اور اہم مبحث ہے یہ معاہدہ پنجاب کی سیاسی تاریخ کا اہم باب ہے۔ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ ۱۹۳۷ء میں پنجاب کے وزیراعظم سر سکندر حیات خان (۱۸۹۲۔ ۱۹۴۲ء) نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی پارٹی کے مسلم اراکین کو بھی مسلم لیگ میں شمولیت کیلئے کہیں گے۔ یہ اعلان تاریخ میں جناح سکندر معاہدہ کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ اقبال کے خطوط قائد اعظم کے نام محررہ ۲۵ جون ۱۹۳۶ء، ۲۳ اگست ۱۹۳۶ء، ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء، ۳۰ اکتوبر، یکم نومبر ۱۹۳۷ء اور ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء میں اس معاہدہ کا ذکر کسی نہ کسی انداز میں موجود ہے۔

۱۳۔ رئیس احمد جعفری۔ خطبات قائد اعظم لاہور ص ۹۔۱۰۸ ○ ۱۴۔ رئیس احمد جعفری۔ قائد اعظم اور انکا عہد۔ لاہور ص ۶۳۲

قانون ہند ۱۹۳۵ء کے نفاذ سے برصغیر پاک وہند کی سیاسیات میں ایک نیا تموج پیدا ہوا اور ملک کی سیاسی صورتحال تیزی کیساتھ تبدیل ہونے لگی۔ انتخابات میں غیر متوقع کامیابی کے بعد کانگرس بگولے کی طرح برصغیر کے افق پر رقص کناں تھی۔ سات صوبوں میں اسے واضح اکثریت حاصل تھی اور وہاں اسکی حکومتیں قائم ہوگئیں۔ صوبہ سرحد، سندھ اور آسام میں کانگرس غیر کانگرسی وزارتوں کیلئے خطرہ بنی ہوئی تھی۔ پنجاب میں بھی کانگریس یونینسٹ پارٹی کی حکومت پر دھاوے بول رہی تھی۔ پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) نے پنجاب کے دورہ کے دوران ایک مقام پر تقریر کرتے ہوئے عوام سے اپیل کی کہ یونینسٹ وزارت کے کوڑے کرکٹ سے صوبے کے آنگن کو پاک کردیں۔ اسی اثناء میں پنجاب میں مسلم لیگ روز افروز مقبول ہو رہی تھی۔ خصوصاً نوجوان طبقہ علامہ اقبال کے زیر اثر پنجاب میں مسلم لیگ کیلئے بڑھ چڑھ کر کام کر رہا تھا۔ اس طرح سرسکندر حیات خان (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) کی یونینسٹ پارٹی ایک طرف کانگرس کی یلغار سے خوفزدہ تھی اور دوسری طرف اسے مسلم لیگ سے خطرہ درپیش تھا۔ ان حالات میں سرسکندر حیات نے مسلم لیگ کے لکھنؤ اجلاس میں شرکت کی اور مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے سرسکندر حیات خان نے مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر سنائی۔ کہ

"(ا) سرسکندر حیات خان واپس پنجاب جا کر اپنی پارٹی کا ایک خاص اجلاس منعقد کریں گے۔ جس میں پارٹی کے ان تمام مسلمان ممبروں کو جو ابھی تک مسلم لیگ کے ممبر نہیں بنے ہدایت فرمائیں گے کہ وہ سب مسلم لیگ کے حلف نامے پر دستخط کر کے لیگ میں شامل ہو جائیں۔ اندریں حالات وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی اور صوبائی بورڈ کے قواعد وضوابط کی پابندی کریں گے۔ لیکن یہ معاہدہ یونینسٹ پارٹی کی موجودہ کولیشن پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

(ب) اس معاہدے کے قبول کے بعد آئندہ مجلس قانون ساز کے عام اور ضمنی انتخابات میں وہ متعدد فریق جو موجودہ یونینسٹ پارٹی کے اجزائے ترکیبی ہیں متحدہ طور پر ایک دوسرے کے امیدواروں کی حمایت کریں گے۔

(ج) یہ کہ مجلس قانون ساز کے وہ مسلم ارکان جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے ہیں یا اب لیگ کی رکنیت قبول کرتے ہیں اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی متصور ہوں گے ایسی مسلم لیگ پارٹی کو اجازت ہوگی کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کی سیاسی پالیسی اور پروگرام کے بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی دوسری پارٹی سے تعاون یا اتحاد کرے۔ اس قسم کا تعاون انتخابات کے ماقبل یا مابعد ہر دو صورتوں میں کیا جا سکتا ہے۔ نیز پنجاب کی موجودہ متحدہ جماعت اپنا موجودہ نام یونینسٹ پارٹی برقرار رکھے گی۔

(د) مذکورہ بالا معاہدے کو مد نظر رکھتے ہوئے صوبائی بورڈ کی تشکیل از سر نو عمل میں لائی جائے گی۔"

موجودہ بالا تحریر جو جناح سکندر معاہدہ کے نام سے مشہور ہوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی (وفات ۱۹۸۹ء) رقمطراز ہیں کہ

"یہ پیکٹ بڑا مبہم غیر واضح اور گومگو تھا۔ جس میں نہ مسلم لیگ کی حیثیت واضح کی گئی تھی اور نہ یونینسٹ پارٹی کا موقف کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ سر سکندر اپنی جگہ خوش تھے کہ انہیں کانگریس کے مقابلے میں آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت حاصل ہوگئی تھی اور اب کانگریس اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے یونینسٹ پارٹی کے مسلمان ممبروں کو برگشتہ نہیں کر سکے گی۔ ادھر مسٹر جناح اپنی جگہ مطمئن تھے کہ پنجاب کا وزیر اعظم لیگ میں شامل ہوگیا ہے اسلئے لیگ کی نمائندہ حیثیت مسلم ہو جائیگی" ۱۵

پنجاب میں جناح سکندر معاہدہ پر کسی خوشگوار رد عمل کا اظہار نہ ہوا۔ بلکہ پنجاب کی سیاسی صورتحال خراب ہوئی۔ اس معاہدہ کے متعلق سر سکندر حیات نے ایک اخباری بیان میں اعلان کیا کہ "پنجاب میں اسوقت جو جماعتیں جس جس طرح کام کر رہی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ۱۶ اسی قسم کا ایک بیان راجہ غضنفر علی خان (۱۸۹۵۔ ۱۹۶۳) نے دیا۔ ۱۷

۱۵۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ کتاب مذکور ص ۸۹۔ ۴۸۷ ـــ ○ ـــ ۱۶۔ ایضاً۔ ص ۴۹۲ ـــ ○ ـــ ۱۷۔ ایضاً۔ ص ۴۹۳

اس کے بعد یونینسٹ پارٹی کے ایک دوسرے لیڈر سر چھوٹو رام نے ایک بیان دیا۔ ۱۸؎ جس میں انہوں نے اپنے انداز سے جناح سکندر معاہدے کی وضاحت کی۔ ان کے جواب میں بیرسٹر غلام رسول خان (وفات ۱۹۴۹ء)اور ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) نے بیانات دیئے۱۹؎ اس طرح ان وضاحتی بیانات سے معاہدہ کی عجیب و غریب تاویلیں ہونے لگیں۔ جس سے پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم کا کام بہت حد تک متاثر ہوا۔

اس صورتحال کے متعلق علامہ اقبال نے قائد اعظم کو باخبر رکھنے کیلئے ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو تحریر کیا کہ

"سننے میں آیا ہے کہ یونینسٹ پارٹی کا ایک حصہ مسلم لیگ کے نصب العین پر دستخط کرنے کو تیار نہیں۔ ابھی تک سر سکندر اور ان کی پارٹی نے اس پر دستخط نہیں کیے۔ مجھے آج صبح معلوم ہوا ہے کہ وہ مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس تک انتظار کریں گے۔ جیسا کہ خود ان میں سے ایک ممبر نے مجھے بتایا ہے کہ ان کا منشاء صوبائی مسلم لیگ کی سرگرمیوں کو کمزور کرنا ہے۔ بہرحال میں چند روز میں آپ کو پورے کوائف سے مطلع کروں گا اور پھر آپ کی رائے درکار ہوگی کہ ہم کس طرح کام جاری رکھیں۔"

اسی دن سر سکندر حیات نے علامہ اقبال سے ملاقات کی۔ مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے اختلافات پر بات چیت ہوئی۔ اس کے بارے میں علامہ اقبال نے اگلے دن یعنی یکم نومبر ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام اپنے خط میں تحریر کیا کہ

"سر سکندر حیات خان اپنی پارٹی کے چند اراکین کے ہمراہ کل مجھے ملے۔ ہمارے درمیان دیر تک مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے باہمی اختلافات پر گفتگو ہوتی رہی۔ دونوں فریقوں کی طرف سے اخبارات کو بیانات جاری کر دیئے گئے ہیں۔ ہر ایک فریق جناح سکندر معاہدہ کے بارے میں اپنی اپنی تاویل کرتا ہے۔ اس

۱۸۔ ایضاً۔ ص ۴۹۵

۱۹۔ ایضاً ص ۶۔ ۵۰۴

سے بہت زیادہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ جیساکہ میں نے پہلے آپ کو لکھا تھا کہ یہ سارے بیانات چند روز میں آپ کو ارسال کروں گا۔ سردست میری درخواست ہے کہ آپ مجھے اس سمجھوتے کی ایک نقل جس پر سرسکندر کے دستخط ہیں اور جو میرے علم کے مطابق آپ کے پاس ہے جلد بھجوا دیجئے۔ میں نے آپ سے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ آیا آپ صوبائی پارلیمانی بورڈ کو یونینسٹ پارٹی کے اختیار میں دینے پر رضامند ہوگئے تھے۔ سرسکندر کا مجھ سے یہ کہنا ہے کہ آپ اس پر راضی ہوگئے ہیں۔ لہٰذا ان کا مطالبہ ہے کہ یونینسٹ پارٹی کی بورڈ میں اکثریت ہونی چاہئے۔ جہاں تک میرا خیال ہے جناح سکندر معاہدہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

۱۰/ نومبر ۱۹۳۷ء کو علامہ اقبال نے قائد اعظم کو ایک اور خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ

"سرسکندر اور ان کے احباب سے متعدد گفتگوؤں کے بعد اب میری قطعی رائے ہے کہ سرسکندر اس سے کم کسی چیز کے خواہش مند نہیں کہ مسلم لیگ اور صوبائی پارلیمانی بورڈ پر ان کا مکمل قبضہ ہو' آپ کے ساتھ ان کے معاہدہ میں یہ مذکور ہے کہ پارلیمانی بورڈ کی نئے سرے سے تشکیل کی جائے گی اور اس میں یونینسٹ پارٹی کو اکثریت حاصل ہوگی۔ سرسکندر کہتے ہیں کہ آپ نے بورڈ میں ان کی اکثریت تسلیم کرلی ہے۔ میں نے پچھلے دنوں آپ سے خط لکھ کر دریافت کیا تھا کہ کیا واقعی آپ نے پارلیمانی بورڈ میں یونینسٹ اکثریت منظور کرلی ہے۔ ابھی تک آپ نے مجھے اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی۔ ذاتی طور پر مجھے انہیں وہ کچھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں نظر نہیں آتا جس کے وہ خواہش مند ہیں لیکن جب وہ مسلم لیگ کے عہدیداروں میں مکمل ردو بدل کا مطالبہ کرتے ہیں تو منشائے معاہدہ سے تجاوز کر جاتے ہیں بالخصوص سیکرٹری (کی علیحدگی کا مطالبہ) حالانکہ انہوں نے مسلم لیگ کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں

وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلم لیگ کی مالیات پر بھی ان ہی کے آدمیوں کا اختیار ہو۔ میرے خیال میں تو وہ اس طرح مسلم لیگ پر قبضہ کر کے اسے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ صوبے کی رائے کی پوری جان پہچان رکھتے ہوئے میں مسلم لیگ کو سر سکندر اور اس کے احباب کے حوالے کر دینے کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ معاہدے کے باعث پنجاب مسلم لیگ کے وقار کو سخت نقصان پہنچا ہے اور یونینسٹوں کے ہتھکنڈے اسے اور بھی نقصان پہنچائیں گے۔ انہوں نے ابھی تک مسلم لیگ کے منشور پر دستخط نہیں کئے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ کرنا بھی نہیں چاہتے"

یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کے جواب میں قائد اعظم نے کیا تحریر کیا مگر یہ بات بلاشک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ قائد اعظم نے اس سلسلہ میں علامہ اقبال کے خیالات سے اتفاق نہیں کیا۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے اس سلسلہ میں نقطہ نگاہ میں اختلاف کا سبب دونوں کا اپنا اپنا مزاج تھا۔ علامہ اقبال جوکہ بنیادی طور پر ایک فلسفی تھے ہر معاملہ کی گہرائی تک نگاہ رکھتے تھے جبکہ قائداعظم جوکہ ایک عملی سیاست دان تھے کی نگاہ معاملہ کی گہرائی کے ساتھ ساتھ اس کی گیرائی پر بھی ہوتی تھی۔ بات یہ تھی کہ اس زمانے میں کانگرس قائداعظم کو بار بار یہ کہتی تھی کہ مسلمانوں کی اکثریت کے صوبوں میں تو مسلم لیگ کو کوئی پوچھتا نہیں۔ یہ صرف مسلم اقلیتی صوبوں کا شور و غوغا ہے۔ اس کا بہترین جواب یہی تھا کہ مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلم لیگ کا قیام کسی نہ کسی طرح موجود ہو۔ جس سے یہ ظاہر ہوسکے کہ مسلم اکثریتی صوبوں کے عوام مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ بہرحال جناح سکندر معاہدہ سے برصغیر پاک وہند کی سیاسیات میں مسلم لیگ کی حیثیت بلند ہوئی ہے۔

مفکر پاکستان علامہ اقبال کے خطوط محررہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء اور ۲۱ جون ۱۹۳۷ء میں تصور پاکستان کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے سب سے پہلے علامہ اقبال نے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے لئے جداگانہ ملی تشخص کی خاطر اسلامی ریاست کی بات ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں کی۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ

"میری خواہش ہے کہ پنجاب صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے۔ خواہ یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے، خواہ اسکے باہر، مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنی پڑے گی۔" ۲۰

خطبہ الہ آباد میں علامہ اقبال نے خواہش ظاہر کی تھی کہ برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی اپنی جداگانہ ریاست ہونی چاہئے۔ اس کے بعد سے آپ نے اس خیال پر مزید غور و فکر شروع کر دیا۔ ۱۹۳۱ء میں آپ کا یہ خیال تھا کہ شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی ایک الگ سیاسی تنظیم قائم کی جائے جس کے لئے کئی نام مثلاً اپر انڈیا کانفرنس مجلس ملی، حزب جمہور، حزب عوام وغیرہ آپ کے زیر غور تھے۔ ۲۱ ۱۹ اپریل ۱۹۳۱ء کو آپ نے سید نذیر نیازی (۱۹۰۰۔ ۱۹۸۱ء) کے نام اپنے ایک خط میں تحریر کیا کہ

"اپر انڈیا کانفرنس کا جلسہ بھی انشاء اللہ ہو گا" ۲۲

اپر انڈیا کانفرنس کے سلسلہ میں سید نذیر نیازی اپنی کتاب "مکتوبات اقبال" میں لکھتے ہیں کہ "وہ الہ آباد سے واپس آئے تو شمال مغربی ہندوستان یعنی اسلامی اکثریت کے صوبوں کے مسلمان آبادیوں کے لئے ایک ایسی مشترکہ سیاسی جماعت کا تصور لے کر جس سے صوبائی امتیازات یک قلم ختم ہو جائیں اور مسلمان ایک الگ تھلگ قوم کی حیثیت سے اپنا سیاسی موقف متعین کریں۔ چنانچہ لاہور پہنچ کر انہوں نے اپر انڈیا کانفرنس کے انعقاد کا مصمم ارادہ کرلیا۔ بلکہ ایک خطبہ (ایڈریس) بھی لکھنا شروع کر دیا تھا۔ جو شاید بعد میں تلف کر دیا گیا۔ لیکن یہ کانفرنس کبھی منعقد نہیں ہو سکی۔ حالانکہ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت بھی وہ اپنے اس خیال پر قائم تھے بلکہ میرے استفسارات پر ارشاد فرمایا "انتظار کرو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا۔ کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں" یہ اشارہ تھا اس

۲۰۔ لطیف احمد شیروانی۔ کتاب مذکور۔ ص ۲۹

۲۱۔ سید نذیر نیازی۔ مکتوب اقبال کراچی ص ۵۵

۲۲۔ ایضاً ص ۵۴

امر کی طرف کہ خطبہ لکھا جا رہا ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کانفرنس کے انعقاد سے حضرت علامہ کا مقصد کیا تھا؟ اسلئے کہ اصولی اور عملی دونوں پہلوؤں سے وہ لیگ کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرا چکے تھے کہ شمال مغربی ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست کا مطالبہ آزادی ہندوستان کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا اب ایک نئی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سلسلہ میں راقم الحروف کی گزارش یہ ہے کہ حضرت علامہ سے بڑھ کسے معلوم تھا کہ مسلمانوں کی حیات ملی میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو چکا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انکا ایک سیاسی اور اجتماعی موقف متعین کیا جائے۔ بغیر اسکے ناممکن تھا کہ انکے اندر پھر سے زندگی کی روح عود کرے یوں بھی ایک ایسی اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ جو بلاد اسلامیہ سے متصل ہو اگر کہیں امکان تھا تو شمال مغربی ہندوستان میں اور اسلئے ضروری تھا کہ اس علاقے کے باشندوں کو ذہناً اس کیلئے تیار کیا جائے۔ لہٰذا وہ سب سے پہلے شمال مغربی ہندوستان ہی کو اپنا مخاطب بنا سکتے تھے۔ وہ چاہتے تھے، اول اس خطے کے مسلمانوں کو برطانوی سیاست اور ہندو اکثریت کے منصوبوں سے خبردار کریں پھر بتائیں کہ انکی دینی حمیت اور ملی عصبیت کا تقاضا کیا ہے۔.........

حضرت علامہ بجا طور پر مصر تھے کہ جب تک مسلمانوں کا الگ تھلگ اور جداگانہ قومی وجود تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ہندوستان کی سیاسی گتھی الجھتی ہی چلی جائیگی بلکہ انکا ارشاد بھی تو نہایت درست تھا کہ جدید سیاسی تصورات کا لحاظ رکھا جائے تو مسلمانوں ہی کو دراصل اس ملک میں ایک قوم کا درجہ حاصل ہے.......... شمال مغربی ہندوستان میں اس کانفرنس کا انعقاد یوں بھی ضروری تھا کہ یہیں ان تحریکوں نے سر اٹھایا تھا جو دانستہ یا نادانستہ اسلام کے جسد ملی کو مجروح کر رہی تھیں دوسرے صوبوں مثلاً بنگال میں ایسا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن پھر ایک دفعہ جب اس شعور کو تقویت پہنچتی کہ مسلمان ایک قوم ہیں لہٰذا انکا ایک سیاسی موقف اور سیاسی مستقبل ہے۔ علیٰ ہذا ایک تہذیبی مطمع نظر تو اسکے اثرات سارے ملک میں پھیل سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اس کانفرنس کا انعقاد کیوں نہ ہو سکا۔ سو اسکی سب سے بڑی وجہ تو گول میز کانفرنسوں کا انعقاد تھا جن میں خود حضرت علامہ کو بھی شریک ہونا پڑا'' ۲۳۔

۲۳۔ ایضاً ص ۶۳۔ ۶۶

سید نذیر نیازی (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۸۱ء) علامہ اقبال کی مجوزہ اپر انڈیا کانفرنس کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اپر انڈیا کانفرنس تمہید تھی مسلمانوں میں صحیح ملی شعور کی نشوو نما اور اس کے پیش نظر (غیر منقسم) ہندوستان میں اپنے صحیح مستقبل کے تعین کی۔ وہ ایک ناگزیر اقدام تھا اسلامی تہذیب وثقافت (کلچر) کے تحفظ اور پرورش کا جو ایک مخصوص نقطہ نظر سے حیات فرد اور جماعت ہی کا دوسرا نام ہے وہ اعلان تھا اپنے جداگانہ ملی وجود، لہٰذا ازروئے آئین وسیاست اس اقتدار کے حصول کا جو بحیثیت اکثریت ان کا حق تھا۔ مختصراً یہ کہ وہ آرزو تھی انجام کار ایک اسلامی ریاست کے قیام اور تشکیل کی'' ۲۴؎

علامہ اقبال نے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے لئے ایک الگ ریاست کے لئے اپنی تجویز جو کہ انہوں نے خطبہ الہ آباد میں پیش کی تھی۔ قائد اعظم کی توجہ چاہی جس کے لئے آپ نے ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کے خط میں تحریر کیا کہ ''انگلستان سے روانگی سے قبل لارڈ لوتھیان نے مجھے کہا تھا کہ میری سکیم میں ہندوستان کے مصائب کا واحد ممکن حل ہے۔''

علامہ اقبال نے اپنے اسی خط میں یہ بھی تحریر کیا کہ پنجاب کے کچھ مسلمان شمال مغربی ہندوستان میں مسلم کانفرنس کے انعقاد کے بارے میں تجویز پیش کر رہے ہیں۔ یہ اسی خیال کی بازگشت تھی جو ۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال کے ذہن میں تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے اس خط میں تحریر کیا کہ

> ''پنجاب کے کچھ مسلمان شمال مغربی ہندوستان میں مسلم کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کر رہے ہیں اور یہ تجویز تیزی سے مقبولیت اختیار کر رہی ہے۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ ہماری قوم ابھی اتنی زیادہ منظم نہیں ہوئی اور نہ ہی ان میں اتنا نظم وضبط ہے اور شاید ایسی کانفرنس کے انعقاد کا ابھی موزوں وقت بھی نہیں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو اپنے خطبہ میں کم از کم اس طریق عمل کی طرف اشارہ ضرور کر دینا چاہئے جو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو بالآخر اختیار کرنا پڑے گا۔''

۲۴۔ ایضاً ص ۹۰۔ ۹۱

علامہ اقبال آہستہ آہستہ قائد اعظم محمد علی جناح کو اپنی خواہش، مطالبہ پاکستان۔ کی طرف لارہے تھے۔ بالآخر قائداعظم کے الفاظ میں "ان کے خیالات پورے طور پر میرے خیالات سے ہم آہنگ تھے......... اور کچھ عرصہ بعد یہی خیالات ہندوستان کے مسلمانوں کی اس متحدہ خواہش کی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔ جس کا مظہر آل انڈیا مسلم لیگ کی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی منظور کردہ قرارداد لاہور ہے جو عام طور پر قرارداد پاکستان کے نام سے موسوم ہے۔" ۲۵

قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد ایک دن قائد اعظم نے اپنے سیکرٹری سید مطلوب الحسن (۱۹۱۵۔ ۱۹۸۴) سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج اقبال ہم میں موجود نہیں لیکن اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ جان کر بہت خوش ہوتے کہ ہم نے بالکل ایسے ہی کیا جس کی وہ ہم سے خواہش کرتے تھے" ۲۶

۲۵۔ قائد اعظم محمد علی جناح۔ پیش لفظ۔ اقبال کے خطوط جناح کے نام

۲۶۔ سید مطلوب الحسن۔ محمد علی جناح۔ ایک سیاسی مطالعہ (انگریزی) کراچی ۱۹۷۵۔ ص ۲۳۱

اقبال کے خطوط جناح کے نام

پیش لفظ

یہ کتابچہ ان خطوط پر مشتمل ہے جو اسلام کے قومی شاعر، فلسفی اور عارف ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے میرے نام مئی ۱۹۳۶ء سے نومبر ۱۹۳۷ء کے درمیانی عرصہ میں اپنی وفات سے کچھ ماہ پہلے تحریر کئے۔ یہ دور جو جون ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے قیام اور اکتوبر ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ کے تاریخی اجلاس کے دوران تک محیط ہے مسلم ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اگر مرکزی پارلیمانی بورڈ نے اپنی صوبائی شاخوں کے ہمراہ مسلم لیگ کی طرف سے یہ پہلی عظیم کوشش کی کہ مسلم رائے عامہ قانون ہند ۱۹۳۵ء کے تحت صوبائی مجلس قانون ساز کے لئے لیگ کے ٹکٹ پر آئندہ انتخاب میں حصہ لیا جائے تو لکھنؤ اجلاس اس امر کی نشاندہی کا باعث بنا کہ پہلے مرحلہ میں مسلم لیگ کی عوامی سطح پر تنظیم نو ہونی چاہیے اور یہ کہ مسلم لیگ ہی ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور بااختیار جماعت ہے۔ ان دونوں مقاصد کے حصول میں میں اپنے دوستوں جن میں ڈاکٹر سر محمد اقبال بھی شامل ہیں کے انمول تعاون، حب الوطنی اور بے غرض مساعی کی بدولت کامیاب ہو سکا۔ اس مختصر عرصہ میں مسلم لیگ کافی قوت پکڑ گئی۔ ہر صوبے میں جہاں مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ قائم ہوا اور مسلم لیگ کی شاخیں قائم ہوئیں۔ ہم نے ساٹھ سے ستر فی صد نشستیں حاصل کیں جن پر مسلم لیگی امیدواروں نے انتخاب لڑا تھا۔ تقریباً ہر صوبے میں مدراس کے دور دراز

کونے سے لے کر شمال مغربی سرحدی صوبے تک مسلم لیگ کی سینکڑوں ضلعی اور ابتدائی شاخیں قائم ہو گئیں۔

کانگرس نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے اور مسلم لیگ کو مرغوب کرنے کے لئے جو نام نہاد مسلم رابطہ عوام تحریک چلائی تھی۔ مسلم لیگ نے اس پر ضرب کاری لگائی۔ مسلم لیگ متعدد ضمنی انتخابات میں کامیاب ہوئی اور ان لوگوں کی فتنہ پردازیوں اور سازشوں کو ختم کر دیا جو یہ تاثر دینے کی توقع رکھتے تھے کہ مسلم لیگ کو مسلمان عوام کی حمایت حاصل نہیں۔

لکھنؤ اجلاس سے اٹھارہ ماہ پہلے مسلم لیگ ایک اعلیٰ اور ترقی پذیر پروگرام کی حامل جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کو منظم کرنے میں کامیاب ہوئی اور وہ صوبے بھی اس کے زیر اثر آگئے جن تک وقت کی قلت یا لیگ پارلیمانی بورڈوں کی ناکافی سرگرمیوں کے باعث بہتر طور پر رسائی نہ ہو سکی تھی۔ لکھنؤ اجلاس نے اس مقبولیت کی صریح شہادت فراہم کر دی جو مسلم لیگ کو مسلمانوں کی تمام جماعتوں اور گروہوں میں حاصل تھی۔

یہ مسلم لیگ کی نہایت شاندار کامیابی تھی کہ اس کی قیادت کو مسلم اکثریتی اور اقلیتی صوبوں نے قبول کر لیا اور اسے اس کامیابی تک پہنچانے میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بڑا کردار ادا کیا اگرچہ عوام کو اس وقت اس کا علم نہ ہو سکا۔ سکندر جناح معاہدہ کے بارے میں ان کے کچھ اپنے خدشات تھے۔ وہ اس پر عمل درآمد اور اس کے نمایاں نتائج کو جلد از جلد دیکھنا چاہتے تھے تاکہ اس کے متعلق عوام کے شکوک و شبہات دور ہو سکیں۔ لیکن افسوس! وہ یہ دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہے کہ پنجاب نے قابل ذکر ترقی کر لی ہے اور اب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان ثابت قدمی سے مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔

اس مختصر تاریخی پس منظر کو ذہن میں رکھ کر ان خطوط کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ تاہم مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے کہ اقبال کے خطوط کے جواب میں میرے خطوط دستیاب نہ ہو سکے۔ مذکورہ عرصہ کے دوران میں تن تنہا بغیر کسی ذاتی عملہ کی مدد کے کام کرتا تھا اس لئے میں ان متعدد خطوط کی نقول اپنے پاس نہ رکھ سکا جو میں دوسروں کو

ارسال کرتا تھا۔ میں نے لاہور میں اقبال کے ترکے کے نگرانوں سے دریافت کرایا تو مجھے اطلاع ملی کہ میرے خطوط دستیاب نہیں ہو سکے۔ چنانچہ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ میں ان خطوط کو اپنے جوابات کے بغیر ہی شائع کراؤں کیونکہ میرے نزدیک یہ خطوط زبردست تاریخی اہمیت کے حامل ہیں بالخصوص وہ خطوط جن میں مسلم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں ان کے خیالات کا واضح اور غیر مبہم اظہار ہے۔ ان کے خیالات پورے طور پر میرے خیالات سے ہم آہنگ تھے اور بالآخر میں ہندوستان کے دستوری مسائل کے مطالعہ اور تجزیہ کے بعد انہی نتائج پر پہنچا اور کچھ عرصہ بعد یہی خیالات ہندوستان کے مسلمانوں کی اس متحدہ خواہش کی صورت میں جلوہ گر ہوئے جس کا اظہار آل انڈیا مسلم لیگ کی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی منظور کردہ قرارداد لاہور ہے جو عام طور پر قرارداد پاکستان کے نام سے موسوم ہے۔

۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء ایم اے جناح

لاہور ۲۳ / مئی ۱۹۳۶ء

محترم جناح صاحب

ابھی ابھی آپکا خط موصول ہوا جس کیلئے بیحد شکرگزار ہوں۔ مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپکا کام آگے بڑھ رہا ہے۔ مجھے پوری توقع ہے کہ پنجاب کی جماعتیں بالخصوص احرار[1] اور اتحاد ملت[2] تھوڑی بہت نزاع و کشمکش کے بعد آخیرکار آپ کیساتھ شریک ہو جائیں گی۔ اتحاد ملت کے ایک سرگرم اور فعال رکن نے چند روز ہوئے مجھے یہی بتایا ہے۔ اگرچہ مولانا ظفر علی خاں[3] کے رویئے کے بارے میں خود اتحاد ملت والے یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تاہم ابھی کافی وقت ہے۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ رائے دہندگان اسمبلی میں اپنی نمائندگی اتحاد ملت والوں کے سپرد کرنے کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ملاقات کا آرزومند۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

۱۔ **مجلس احرار اسلام** :۔ پنجاب کی ایک سیاسی اور مذہبی جماعت جس کی داغ بیل پنجاب خلافت کمیٹی کے اراکین نے ۱۹۲۹ء میں رکھی۔ اس جماعت کی باقاعدہ تشکیل جولائی ۱۹۳۱ء کو لاہور میں ہوئی۔ مجلس احرار اسلام کے بانی اراکین میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ - ۱۹۶۱ء) چودھری افضل حق (۱۸۹۵ - ۱۹۴۲ء) مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (۱۸۹۲ - ۱۹۵۶ء) اور مولانا مظہر علی اظہر (۱۸۹۵ - ۱۹۷۴ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تحریک آزادی میں مجلس احرار نے کانگرس کا ساتھ دیا اور حصول پاکستان میں مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ انگریز دشمنی اور رد قادیانیت (تحریک ختم نبوت) کے سلسلہ میں مجلس احرار کی خدمات نمایاں ہیں۔

۲۔ **مجلس اتحاد ملت** :۔ یہ بھی پنجاب کی ایک سیاسی اور مذہبی جماعت تھی جو نیلی پوش کے نام سے زیادہ مشہور ہوئی۔ ۱۹۳۶ء میں اسکا قیام عمل میں آیا اور مولانا ظفر علی خاں اسکے صدر منتخب ہوئے۔ یہ جماعت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی۔

۳۔ **مولانا ظفر علی خاں** (۱۸۷۳ - ۱۹۵۶ء) تحریک آزادی کے ایک جانباز سپاہی اور ہمہ صفت شخصیت تھے۔ ظفر علی خاں ایک اچھے شاعر، بلند پایہ ادیب اور مترجم ہونے کیساتھ ساتھ ایک شعلہ نوا خطیب بھی تھے۔ لیکن آپکی شہرت ایک بیباک صحافی کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ آپ نے اپنے اخبار "زمیندار" کے ذریعے مسلمان ہند میں سیاسی بیداری پیدا کی اور جدوجہد آزادی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ بقول حضرت علامہ اقبال "مصطفیٰ کمال کی تلوار نے ترکوں کو جگانے کیلئے جو کام کیا۔ ظفر علی خاں کے قلم نے وہی کام ہندوستان کے مسلمانوں کو جھنجھوڑنے کیلئے کیا ہے۔" خود مولانا نے کہا ہے۔

قلم سے کام تیغ کا اگر کبھی لیا نہ ہو ۔۔۔ تو مجھ سے سیکھ لے یہ فن اور اس میں بے مثال بن

لاہور

۹ / جون ۱۹۳۶ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

میں اپنا مسودہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ کل کے "ایسٹرن ٹائمز"[۱] کا ایک تراشہ بھی ہمراہ ہے۔ یہ گورداسپور کے ایک قابل وکیل کا خط ہے۔

مجھے امید ہے کہ بورڈ[۲] کی طرف سے جاری شدہ بیان میں تمام سکیم[۳] کی پوری تفصیل ہوگی اور سکیم پر اب تک کئے گئے اعتراضات کا شافی جواب بھی ہوگا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی موجودہ حیثیت کا ہندوؤں اور حکومت دونوں سے متعلق اس میں برملا اور واضح ذکر ہونا چاہیے اس بیان میں یہ انتباہ بھی ہو کہ اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے موجودہ سکیم کو اختیار نہ کیا تو نہ صرف یہ کہ جو کچھ گذشتہ پندرہ برسوں میں انہوں نے حاصل کیا ہے ضائع کر بیٹھیں گے بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے قومی شیرازے کو پارہ پارہ کر کے اپنے نقصان کا باعث ہوں گے۔

آپ کا

محمد اقبال

مکرر آنکہ :- میں نہایت ممنون ہوں گا اگر اخبارات کو روانہ کرنے سے قبل آپ یہ بیان مجھے بھی ارسال کر دیں۔

دوسری بات جس کا ذکر اس بیان میں ہونا چاہیے یہ ہے۔

۱۔ ایسٹرن ٹائمز :- انگریزی اخبار جو لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کا آغاز ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء کو ہوا اور اس کو یونینسٹ پارٹی کی مالی امداد حاصل تھی اور یہ اس پارٹی کے پروپیگنڈے کے لئے وقف تھا۔

۲۔ بورڈ :- آل انڈیا مسلم لیگ کا مرکزی پارلیمانی بورڈ جس کے اراکین کے ناموں کا اعلان قائداعظم محمد علی جناح نے ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء کو کیا۔ بورڈ کے اراکین کی تعداد ۵۶ تھی۔

۳۔ سکیم :- اس خط میں سکیم اور بیان کا لفظ بار بار آیا ہے۔ اس سے مراد آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کا مینی فیسٹو (منشور) ہے جو آئندہ مسلم لیگ کی سرگرمیوں کا سنگ بنیاد بننے والا ہے۔

۱۔ مرکزی اسمبلی کے لئے بالواسطہ طریق انتخاب نے یہ قطعی طور پر ضروری کر دیا ہے کہ جو اراکین صوبائی اسمبلیوں کے لئے منتخب کئے جائیں وہ ایک کل ہند مسلم پالیسی اور پروگرام کے پابند ہوں تاکہ وہ مرکزی اسمبلی میں ایسے مسلمان نمائندے منتخب کریں جو اس بات کا عہد کریں کہ مرکزی اسمبلی میں مسلم ہندوستان کے ان مخصوص مرکزی مسائل کی تائید و حمایت کریں گے۔ جو ہندوستان کی دوسری بڑی قوم کی حیثیت سے مسلمانوں سے متعلق ہوں۔ جو لوگ اس وقت صوبائی پالیسی اور پروگرام کے حامی ہیں وہی لوگ مرکزی اسمبلی کے لئے بالواسطہ طریق انتخاب کو دستور میں شامل کروانے کے ذمہ دار ہیں۔ بلاشبہ ایک غیر ملکی حکومت کا مفاد اسی میں ہے۔ اب جبکہ قوم اس مصیبت (بالواسطہ انتخاب) سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتی ہے اور اس نے انتخاب کے لئے ایک کل ہند سکیم (یعنی مسلم لیگ کی سکیم) تیار کرلی ہے جس کی پابندی تمام صوبائی امیدوار کریں گے تو وہی لوگ پھر غیر ملکی حکومت کے اشارے پر مصروف عمل ہیں کہ قوم کو اپنی شیرازہ بندی کی کوششوں میں ناکام کریں۔

۲۔ اسلامی اوقاف کا قانون جیسا کہ شہید گنج[۴] سے ظاہر ہوا اور اسلامی ثقافت زبان'

۴۔ **شہید گنج**: لاہور ریلوے سٹیشن سے دہلی دروازے کی طرف جاتے ہوئے پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کے نزدیک ایک بہت قدیم مسجد ہے جو شاہجہان کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی۔ مسجد کے قریب ہی سکھوں کی ایک یادگار سمادھی بھی تھی۔ یہ جگہ شہید گنج کے نام سے موسوم ہے۔ اپنے دور حکومت میں سکھوں نے مسجد پر قبضہ کر لیا۔ برطانوی دور حکومت میں مسجد کو واگذار کرانے کے لئے کئی کوششیں کی گئیں جو کامیاب نہ ہو سکیں۔

جون ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کے معاملہ میں مسلمانوں اور سکھوں میں سخت کشیدگی پیدا ہوگئی۔ حکومت نے حالات کو قابو میں رکھنے کیلئے مسجد کے چاروں طرف مسلح فوجی اور پولیس کے سپاہی متعین کر دیئے اسکے باوجود سکھوں نے ۴ اور ۵ جولائی کی درمیانی رات کو یکایک مسجد کو گرانا شروع کر دیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا تو وہ مسجد کی حفاظت کیلئے دوڑے لیکن دوسری طرف سے فوج نے بار بار گولی چلائی اور کئی مسلمان شہید ہوگئے۔ اس طرح ایک تحریک شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے شاہی مسجد کو اپنا صدر مقام بنا کر سول نافرمانی شروع کر دی۔ حکومت نے مسلمان رہنماؤں کو گرفتار کر لیا لیکن تحریک جاری رہی۔

فروری ۱۹۳۶ء کو قائداعظم مسجد شہید گنج کے تنازعہ کے حل کے سلسلہ میں لاہور آئے۔ آپ نے گورنر سے ملاقات کر کے سیاسی قیدیوں کی رہائی کا بندوبست کیا اور سکھ رہنماؤں سے ملاقات کر کے انہیں باہمی سمجھوتے کیلئے آمادہ کیا۔

مسجد کو واگذار کرانے کیلئے شہید گنج لیگل ڈیفنس کمیٹی بنائی گئی جس نے ڈسٹرکٹ کورٹ میں دعویٰ دائر کیا کہ مسجد ہر

مساجد اور قانون شریعت سے متعلق مسائل پر بھی بیان میں توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

حالت میں مسجد ہے اور مسلمانوں کو یہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ ڈسٹرکٹ کورٹ نے یہ مقدمہ خارج کر دیا۔ پھر اسکی اپیل ہائیکورٹ میں کی گئی۔ ۲۶ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہائی کورٹ نے بھی اپیل خارج کر دی۔

اکتوبر ۱۹۳۷ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں مسجد شہید گنج کا مسئلہ زیر غور آیا اور اس کے متعلق ایک قرارداد منظور کی گئی۔ اس کے علاوہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۸ء کو مسلم لیگ کا ایک اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں اعلان کیا گیا کہ مسجد شہید گنج کی بازیابی کا مطالبہ ہندوستان کے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ فیصلہ ہوا کہ یکم فروری کو پورے ہندوستان میں یوم شہید گنج منایا جائے۔

لاہور

۲۵ جون ۱۹۳۶ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

سر سکندر حیات[۱] دو ایک روز ہوئے لاہور سے روانہ ہو چکے ہیں۔ میرے خیال میں وہ بمبئی میں آپ سے مل کر بعض اہم امور پر گفتگو کریں گے۔ کل شام دولتانہ[۲] مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ ان کا کہنا تھا کہ یونینسٹ پارٹی[۳] کے مسلمان اراکین مندرجہ ذیل اعلان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

کہ ان تمام امور میں جو مسلمانوں سے بحیثیت ایک کل ہند اقلیت سے متعلق ہیں وہ مسلم لیگ کے فیصلے کے پابند ہونگے اور صوبائی اسمبلی میں کسی غیر مسلم جماعت کیساتھ کوئی معاہدہ نہیں کریں گے۔

بشرطیکہ (صوبائی) مسلم لیگ بھی حسب ذیل اعلان کرے کہ :۔

وہ اراکین اسمبلی جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہو کر صوبائی اسمبلی میں آئیں گے وہ

۱۔ **سر سکندر حیات** (۱۸۹۲۔ ۱۹۴۲ء) قیام پاکستان سے پہلے پنجاب کے ارباب سیاست میں سے ایک اہم شخصیت تھے۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۲۴ء سے ہوا جب وہ پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں حکومت پنجاب کے ریونیو ممبر بنے پھر ریزرو بنک کے گورنر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں سر فضل حسین کی وفات کے بعد یونینسٹ پارٹی کے لیڈر چنے گئے۔ قانون ہند ۱۹۳۵ء کے تحت ۱۹۳۷ء میں پنجاب کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ اسی سال مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں شریک ہوئے اور قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ معاہدہ کیا کہ یونینسٹ پارٹی کے مسلمان اراکین مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں جو "جناح سکندر معاہدہ" کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ **میاں احمد یار خاں دولتانہ** (۱۸۹۶۔ ۱۹۴۰ء) پنجاب کی ایک اہم شخصیت اور یونینسٹ پارٹی کے روح رواں تھے اور اس کے دور جدید میں سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں پنجاب اسمبلی کے چیف پارلیمانی سیکرٹری مقرر ہوئے۔ حضرت علامہ اقبال کے بڑے عقیدت مند تھے۔ آپ پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ اور معروف بزرگ سیاستدان میاں ممتاز احمد خاں دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) کے والد بزرگوار تھے۔

۳۔ **پنجاب یونینسٹ پارٹی** : قیام پاکستان سے قبل پنجاب کی سب سے بڑی سیاسی جماعت جس کی داغ بیل سر فضل حسین (۱۸۷۷۔ ۱۹۳۶ء) نے ۱۹۲۴ء میں رکھی۔ اس پارٹی کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ پنجاب کی حکومت ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد و اشتراک سے چلائی جائے تاکہ اصلاحات کے نفاذ سے اچھی طرح فائدہ اٹھایا جائے۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں یونینسٹ پارٹی نے سب سے زیادہ نشستیں حاصل کیں اور سر سکندر حیات کی سرکردگی میں وزارت تشکیل دی۔

صرف اس جماعت یا فریق کے ساتھ تعاون کریں گے جس میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔[۴]

ازراہ کرم اپنی اولین فرصت میں مطلع فرمائیے کہ اس تجویز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ سر سکندر حیات سے جو گفتگو ہو اس کے نتیجہ سے بھی مطلع فرمائیے۔ اگر آپ انہیں قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ان کا ہمارے ساتھ شامل ہو جانا کچھ بعید نہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیرت ہوں گے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

۴۔ انہی خطوط پر بعد میں یعنی ۱۹۳۷ء میں یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کے درمیان جناح سکندر معاہدہ ہوا۔

میو روڈ لاہور

۲۳/ اگست ۱۹۳۶ء

محترم جناح صاحب

امید ہے کہ میرا اس سے پہلے کا خط آپ کو مل چکا ہوگا۔ پنجاب پارلیمانی بورڈ اور یونینسٹ پارٹی کے مابین مفاہمت کی کچھ گفتگو ہو رہی ہے اس قسم کی مفاہمت کے بارے میں آپکی کیا رائے ہے اور اس کے لئے آپ کیا شرائط تجویز کرتے ہیں؟ میں نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ آپ نے بنگال پرجا پارٹی[۱] اور پارلیمانی بورڈ میں مصالحت کرا دی ہے اس کی شرائط و ضوابط سے مجھے مطلع فرمایئے۔ چونکہ پرجا پارٹی بھی یونینسٹ پارٹی کی طرح غیر فرقہ وارانہ ہے۔ اس لئے بنگال میں آپ کی مصالحت آپ کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

امید ہے کہ آپ بخریت ہوں گے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

۱۔ کرشک پرجا پارٹی: بنگال کی ایک غیر فرقہ وارانہ جماعت تھی۔ ۱۹۲۴ء میں ڈھاکہ میں اسکا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولوی ابو القاسم فضل الحق (۱۸۷۳ - ۱۹۶۲ء) اس کے سربراہ تھے۔ اس پارٹی کا مقصد بنگال کے کسانوں کی حالت کو بہتر بنانا تھا۔

لاہور

۸ دسمبر ۱۹۳۶ء

محترم جناح صاحب

غلام رسول[1] نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے آپ کو بورڈ کے امور کے بارے میں ایک تفصیلی خط لکھا ہے میں ان کے اس بیان سے بالکل متفق ہوں کہ انتخابات سے کم از کم پندرہ روز پہلے آپ کی اس صوبے میں موجودگی نہایت ضروری ہے۔ آپ اس صوبے کے لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ عام طور پر جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔ اگر آپ (مولانا) شوکت علی[2] اور ایم کفایت اللہ[3] انتخابات کے دنوں میں ان سے خطاب کریں تو مجھے یقین ہے کہ وہ سب آپ کی اور آپ کے امیدواروں کی حمایت کریں گے۔ وگرنہ وہ کچھ اور کر بیٹھیں گے۔ اس لئے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں

۱۔ غلام رسول خان (وفات ۱۹۴۹ء) علامہ اقبال کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے ۱۹۱۴ء میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ لاہور میں وکالت کر کے جنوبی افریقہ چلے گئے تھے۔ اور ۱۹۳۰ء میں واپس آکر ملکی اور ملی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے فعال رکن تھے۔ ۱۹۳۳ء میں جب علامہ اقبال افغانستان کے بادشاہ کی دعوت پر وہاں گئے تو آپ ان کے سیکرٹری کی حیثیت سے ساتھ تھے۔ ۱۹۳۶ء میں پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ آپ نے پنجاب میں مسلم لیگ کی ترویج و ترقی کیلئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

۲۔ مولانا شوکت علی (۱۸۷۳۔ ۱۹۳۸ء) مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸۔ ۱۹۳۱ء) کے بڑے بھائی تھے۔ تاریخ میں دونوں بھائی علی برادران کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۸۹۵ء میں علی گڑھ سے بی اے کیا۔ کچھ عرصہ یوپی حکومت میں ملازمت کی۔ علی گڑھ کالج کے بورڈ کے ٹرسٹی اور کالج کی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے فعال رکن تھے۔ ۱۴۔ ۱۹۱۳ء میں علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کی خاطر چندہ اکٹھے کرنے کیلئے سر آغا خان (۱۸۷۷ء - ۱۹۵۷ء) کی معیت میں انکے سیکرٹری کی حیثیت سے ملک کا دورہ کیا۔ انجمن خدام کعبہ کے بانی تھے۔ مسلم لیگ کی تنظیم نو کے سلسلہ میں قائد اعظم محمد علی جناح کیساتھ نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے ممبر بھی تھے۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۸ء تک مرکزی اسمبلی کے ممبر رہے۔

۳۔ مفتی کفایت اللہ (۱۸۷۵ء - ۱۹۵۲ء) ابتدائی تعلیم شاہجہان پور اور مراد آباد میں حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ امینیہ دہلی کے صدر مدرس رہے۔ ملک کی سیاسی تحریکوں میں نمایاں حصہ لیا۔ جمعیت العلمائے ہند کے بانی صدر تھے۔ "تعلیم الاسلام" آپ کی سب سے مشہور تصنیف ہے۔ جو آپ نے بچوں کے لئے لکھی۔ یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔

کہ آپ دسمبر ۱۹۳۶ء کے آخر یا جنوری ۱۹۳۷ء کے آغاز میں ہمارے ہاں تشریف لائیں تاکہ (ہماری تحریک کے خلاف پیدا کئے جانے والے) رد عمل کی قوتوں کو توڑنے کی کوشش کی جائے۔ اگر آپ تشریف نہ لاسکے تو مجھے خدشہ ہے کہ آپ آنے والی اسمبلی میں چار سے زائد حامیوں کو نہ پاسکیں گے۔ احترامات کے ساتھ

آپ کا مخلص

محمد اقبال (بار ایٹ لا)

صدر

پنجاب صوبائی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ

لاہور

۲۰/ مارچ ۱۹۳۷ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

میرا خیال ہے کہ آپ نے پنڈت جواہر لال نہرو[1] کا وہ خطبہ[2] جو انہوں نے آل انڈیا نیشنل کنونشن[3] میں دیا ہے پڑھا ہوگا اور اسکے بین السطور جو پالیسی کار فرما ہے اسکو آپ نے بخوبی محسوس کرلیا ہوگا۔ جہاں تک اسکا تعلق ہندوستان کے مسلمانوں سے ہے میں سمجھتا ہوں آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ نئے دستور[4] نے ہندوستان کے مسلمانوں کو کم از کم اس بات کا ایک نادر موقعہ دیا ہے کہ وہ ہندوستان اور مسلم ایشیا کی آئندہ سیاسی ترقی کے پیش نظر اپنی قومی تنظیم کرسکیں گے۔ اگرچہ ہم ملک کی دیگر ترقی پسند جماعتوں کیساتھ تعاون کیلئے تیار ہیں تاہم ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ایشیاء میں اسلام کی اخلاقی اور سیاسی طاقت کے مستقبل کا انحصار بہت حد تک ہندوستان کے مسلمانوں کی مکمل تنظیم پر ہے۔ اسلئے میری تجویز ہے کہ آل انڈیا نیشنل کنونشن کو ایک موثر جواب دیا جائے۔ آپ جلد از جلد دہلی میں ایک آل انڈیا مسلم کنونشن[5] منعقد کریں جس میں شرکت کیلئے نئی صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کے علاوہ

۱۔ **پنڈت جواہر لال نہرو** (۱۸۸۹ء - ۱۹۶۴ء) پنڈت موتی لال نہرو (۱۸۶۱ء - ۱۹۳۱ء) کے فرزند ارجمند اور انڈین نیشنل کانگریس کے ممتاز رہنما تھے۔ انگلستان سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملکی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۱۸ء میں ہوم رول لیگ الہ آباد کے سیکرٹری اور کانگریس کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں کانگریس کے اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت کی اور اس کے بعد کئی بار کانگریس کے صدر ہوئے۔ آزادی کے بعد بھارت کے وزیر اعظم بنے اور اپنی وفات تک وزارت عظمیٰ پر فائز رہے۔

۲۔ **خطبہ** متذکرہ خطبہ میں پنڈت جواہر لال نہرو نے مسلمانوں کے جداگانہ سیاسی وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ برصغیر کا حل طلب مسئلہ صرف اقتصادی مسئلہ ہے خطبہ کے ان نکات پر علامہ اقبال قائد اعظم محمد علی جناح کی خصوصی توجہ چاہتے تھے۔

۳۔ **آل انڈیا نیشنل کنونشن:** ۳۷-۱۹۳۶ء کے انتخابات میں کانگریس کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تو کانگریس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۹/ مارچ ۱۹۳۷ء کو دہلی میں آل انڈیا نیشنل کنونشن طلب کی۔ جس میں ان تمام اراکین اسمبلی نے شرکت کی جو کانگریس کے ٹکٹ پر مختلف صوبائی اسمبلیوں کے لئے منتخب ہوئے تھے۔

۴۔ نئے دستور سے مراد قانون ہند ۱۹۳۵ء ہے۔

۵۔ آل انڈیا مسلم کنونشن: علامہ اقبال خواہش مند تھے کہ آل انڈیا نیشنل کنونشن کا جواب آل انڈیا مسلم کنونشن کے ذریعے دیا جائے گا۔ مگر ایسی کنونشن کا انعقاد نہ ہوسکا۔ البتہ اپریل ۱۹۳۶ء میں دہلی میں مسلم نمائندگان کا ایک کنونشن ہوا

دوسرے مقتدر مسلم رہنماؤں کو بھی مدعو کریں۔ اس کنونشن میں پوری قوت اور قطعی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں کہ سیاسی مطمع نظر کی حیثیت سے مسلمانان ہند ملک میں جداگانہ سیاسی وجود رکھتے ہیں۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ اندرون اور بیرون ہند کی دنیا کو بتا دیا جائے کہ ملک میں صرف اقتصادی مسئلہ ہی تنہا ایک مسئلہ نہیں ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے ثقافتی مسئلہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے اپنے اندر زیادہ اہم نتائج رکھتا ہے اور کسی صورت سے بھی یہ اقتصادی مسئلہ سے کم اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر آپ ایسی کنونشن منعقد کر سکیں تو پھر ایسے مسلم اراکین اسمبلی کی حیثیتوں کا امتحان ہو جائے گا جنھوں نے مسلمانان ہند کی امنگوں اور مقاصد کے خلاف جماعتیں قائم کر رکھی ہیں۔ مزید بر آں اس سے ہندوؤں پر یہ عیاں ہو جائے گا کہ کوئی سیاسی حربہ خواہ کیسا ہی عیارانہ کیوں نہ ہو، پھر بھی مسلمانان ہند اپنے ثقافتی وجود کو کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتے۔ میں چند روز تک دہلی آرہا ہوں۔ اس اہم مسئلہ پر آپ سے گفتگو ہوگی۔ میرا قیام افغانی سفارت خانہ[٦] میں ہوگا۔ اگر آپ کو کچھ فرصت ہو تو وہیں ہماری ملاقات ہونی چاہئے۔ از راہ کرم اس خط کے جواب میں چند سطور جلد از جلد تحریر فرمائیے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

بار ایٹ لاء

مکرر آنکہ :۔ معاف فرمائیے، میں نے یہ خط آشوب چشم کی وجہ سے ایک دوست سے لکھوایا ہے۔

جس میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے منتخب نمائندوں نے شرکت کی۔ اور انہوں نے حصول پاکستان کے لئے تجدید عزم کیا۔

٦۔ **افغانی سفارتخانہ** بیلی روڈ نئی دہلی میں ان دنوں سردار صلاح الدین سلجوقی (۱۸۹۷ء -۱۹۷۰ء) افغان قونصل جنرل تھے۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے سفارتکار ہونے کے علاوہ ایک عظیم شاعر اور ادیب بھی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے فارسی اور عربی ادبیات پر پورا عبور رکھتے تھے۔ مولانا روم (۱۲۰۷ء - ۱۲۷۲ء) اور مرزا بیدل (۱۶۴۱ء - ۱۷۲۰ء) کے کلام کے دلدادہ تھے۔ علامہ اقبال کے دوست تھے اور اسی لئے علامہ اقبال انکے ہاں قیام کیا کرتے تھے۔

لاہور

۲۲/ اپریل ۷ ۱۹۳ء

محترم جناح صاحب

دو ہفتے ہوئے میں نے آپ کو خط لکھا تھا معلوم نہیں وہ آپ کو ملا یا نہیں۔ میں نے وہ خط آپ کو دہلی کے پتہ پر لکھا تھا اور پھر جب میں دہلی[1] گیا تو معلوم ہوا کہ آپ وہاں سے پہلے ہی رخصت ہو چکے ہیں۔ میں نے اس خط میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہمیں فوراً ایک آل انڈیا مسلم کنونشن (کسی بھی مقام پر) مثلاً دہلی میں منعقد کر کے حکومت اور ہندوؤں کو ایک بار پھر مسلمانان ہند کی پالیسی سے آگاہ کر دینا چاہیے۔

چونکہ صورت حال نازک ہوتی جا رہی ہے اور پنجاب کے مسلمانوں کا رجحان بعض ایسے وجوہ کی بناء پر جن کی تفصیل بتانا (اس وقت) غیر ضروری ہے کانگرس[2] کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس معاملہ پر فوری غور فرما کر فیصلہ کریں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس اگست تک ملتوی ہو چکا ہے۔ لیکن حالات کا تقاضا ہے کہ فوری طور پر مسلم پالیسی کا اعلان مکرر ہو۔ اگر کنونشن کے انعقاد سے پہلے مقتدر مسلمان لیڈروں کا ایک دورہ بھی ہو جائے تو کنونشن یقیناً بہت کامیاب رہے گا۔ براہ نوازش اس خط کا جواب اپنی اولین فرصت میں عنایت فرمائیے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

بار ایٹ لاء

۱۔ علامہ اقبال ان دنوں بیمار تھے اور اپنے معالج حکیم عبدالوہاب انصاری نابینا صاحب (۱۸۶۸ - ۱۹۴۱ء) کو اپنی نبض دکھانے دہلی تشریف لے گئے تھے۔

۲۔ انڈین نیشنل کانگرس:۔ ہندوستان کی قدیم اور سب سے بڑی سیاسی جماعت جس کی بنیاد ۱۸۸۵ء میں ایک انگریز اے او ہیوم (۱۸۲۹ - ۱۹۱۲) نے رکھی۔ ہندو کثیر تعداد میں اس میں شریک ہوئے۔ جبکہ مسلمانوں کی بہت ہی کم تعداد کانگرس کی طرف متوجہ ہوئی۔ کانگرس میں ہندو غالب رہے۔ اور ہندوؤں کا ہی مفاد اس کے پیش نظر رہا۔ جس کی بناء پر مسلمانوں نے اپنی جداگانہ تنظیم مسلم لیگ قائم کی۔

لاہور

۱۰/ مئی ۱۹۳۷ء

محترم جناح صاحب

آپ کے خط کا بہت شکریہ جو مجھے دریں اثنا موصول ہوا۔ مجھے آپ کو یہ بتانے میں بہت خوشی محسوس ہوتی ہے کہ پنجاب میں لیگ کی نسبت ہمدردانہ جذبات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور یہ کہ یونینسٹوں سمیت پنجاب کے مسلمان آپ کی پوری پشت پناہی کریں گے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ آپ شمالی ہند کا ایک دورہ کریں اور میرٹھ[۱] میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس سے پہلے، ہر صوبے میں، اہم شہروں میں جائیں۔ میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کے آئین میں مناسب تبدیلیاں کرنا ضروری ہیں تاکہ مسلم لیگ کو عوام الناس کے قریب تر لایا جائے جنہوں نے اب تک مسلمانوں کے بالائی متوسط طبقے کی سیاسی سرگرمیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ متوسط مسلمان طبقے کو شکایت ہے کہ ہمارے لیڈروں کو صرف اپنے عہدوں سے دلچسپی ہے، اور یہ کہ حکومت کے مختلف محکموں میں خالی آسامیاں یونینسٹوں کے رشتہ داروں یا دوستوں کے لئے مخصوص کردی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا متوسط طبقہ سیاسی معاملات میں کم دلچسپی لیتا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کی شکایت بجا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لیگ کے دستور میں چند مناسب ترمیمات کے بارے میں ضرور غور کریں گے جس سے عوام الناس میں، لیگ اور اس کی سرگرمیوں کے ضمن میں، بہتر توقعات پیدا ہوں گی۔

براہ کرام اپنے جواب سے سرفراز فرمائیں!

آپ کا مخلص

محمد اقبال

۱۔ ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس میرٹھ میں نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ۱۵ تا ۱۸ اکتوبر کو لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا۔ یہ اجلاس مسلم لیگ کی تنظیم نو کے زمانے کا پہلا اجلاس تھا۔ جس کی اہمیت کے پیش نظر علامہ اقبال نے قائداعظم محمد علی جناح کو لکھا کہ اجلاس سے پہلے ہر صوبے کے اہم شہروں کا دورہ کریں تاکہ مسلم لیگ کی ترقی و ترویج کے کام میں آسانی رہے۔

لاہور

۲۸/ مئی ۱۹۳۷ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

آپکے نوازش نامہ کا شکریہ جو مجھے اس اثنا میں ملا۔ مجھے یہ جان کر بیحد خوشی ہوئی کہ مسلم لیگ کے دستور اور پروگرام میں جن تبدیلیوں کے متعلق میں نے تحریر کیا تھا وہ آپکے پیش نظر رہیں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانان ہند کی نازک صورتحال کا آپکو پورا پورا احساس ہے۔ مسلم لیگ کو آخر کار یہ فیصلہ کرنا پڑیگا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے بالائی طبقوں کی ایک جماعت بنی رہے گی یا مسلم جمہور کی جنہوں نے ابتک بعض معقول وجوہ کی بنا پر اس (مسلم لیگ) میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ کوئی سیاسی تنظیم جو عام مسلمانوں کی حالت سدھارنے کی ضامن نہ ہو۔ ہمارے عوام کیلئے باعث کشش نہیں ہو سکتی۔

نئے دستور کے تحت اعلیٰ ملازمتیں تو بالائی طبقوں کے بچوں کیلئے مختص ہیں اور ادنیٰ ملازمتیں وزراء کے اعزا اور احباب کی نذر ہو جاتی ہیں دیگر امور میں بھی ہمارے سیاسی اداروں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی طرف کبھی غور کرنے کی ضرورت نہیں کی۔ روٹی کا مسئلہ روز بروز نازک ہوتا جا رہا ہے۔ مسلمان محسوس کر رہے ہیں کہ گزشتہ دو سو سال سے وہ برابر تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ اس غربت کی وجہ ہندو کی ساہوکاری (سود خوری) اور سرمایہ داری ہے۔ یہ احساس کہ اس میں غیر ملکی حکومت بھی برابر کی شریک ہے ابھی پوری طرح نہیں ابھرا لیکن آخر کو ایسا ہو کر رہیگا۔ جواہرلال نہرو کی بے دین اشتراکیت[۱] مسلمانوں میں کوئی تاثر پیدا نہ کر سکے گی۔ لہذا سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی غربت کا علاج کیا ہے مسلم لیگ کا سارا مستقبل اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے کیا کوشش کرتی ہے۔

۱۔ اشتراکیت: ایک قدیم سیاسی نظریہ ہے جو ریاست میں انفرادی ملکیت کو ختم کر کے تمام ذرائع پیداوار کو ریاست کی تحویل میں دے دیتا ہے کارل مارکس (۱۸۱۸ء - ۱۸۸۳ء) نے سب سے پہلے اسے علمی اصولوں پر پیش کیا۔ مگر اس نظریہ کو مقبولیت بہت بعد میں حاصل ہوئی۔ اشتراکیت میں خدا کا تصور بالکل نہیں۔ اس لئے اسے بے دین اشتراکیت کا نام دیا جاتا ہے۔ روس، چین، اور مغربی یورپ کے بہت سے ممالک میں اشتراکیت کا دور دورہ رہا ہے۔

اگر مسلم لیگ نے (اس ضمن میں) کوئی وعدہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ مسلم عوام پہلے کی طرح اس سے بے تعلق رہیں گے۔ خوش قسمتی سے اسلامی قانون کے نفاذ میں اس کا حل موجود ہے اور موجودہ نظریات کی روشنی میں (اس میں) مزید ترقی کا امکان ہے۔

اسلامی قانون کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام قانون کو اچھی طرح سمجھ کر نافذ کیا جائے۔ تو ہر شخص کے لئے کم از کم حق معاش محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن شریعت اسلام کا نفاذ اور ارتقاء ایک آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کے بغیر اس ملک میں ناممکن ہے۔ سالہا سال سے یہی میرا عقیدہ رہا ہے اور اب بھی میرا ایمان ہے کہ مسلمانوں کی غربت (روٹی کا مسئلہ) اور ہندوستان میں امن وامان کا قیام اسی سے حل ہو سکتا ہے۔ اگر ہندوستان میں یہ ممکن نہیں ہے تو پھر دوسرا متبادل (راستہ) صرف خانہ جنگی ہے جو فی الحقیقت ہندو مسلم فسادات کی شکل میں کچھ عرصہ سے جاری ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ملک کے بعض حصوں مثلاً شمال مغربی ہندوستان میں فلسطین (کی داستان) دہرائی جائے گی۔ جواہر لال نہرو کی اشتراکیت کا ہندوؤں کی ہیئت سیاسیہ کے ساتھ پیوند بھی خود ہندوؤں کے آپس میں خون خرابہ کا باعث ہوگا۔ اشتراکی جمہوریت اور برہمنیت ۲ کے درمیان وجہ نزاع برہمنیت اور بدھ مت ۳ کے درمیان وجہ نزاع سے مختلف نہیں ہے۔ آیا اشتراکیت کا حشر ہندوستان میں بدھ مت کا سا ہوگا یا نہیں؟ میں اس بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کرسکتا لیکن میرے ذہن میں یہ بات صاف ہے کہ اگر ہندو دھرم اشتراکی جمہوریت اختیار کرلیتا ہے تو خود ہندو دھرم ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام کے لئے اشتراکی جمہوریت کو مناسب تبدیلیوں اور اسلام کے اصول شریعت کے ساتھ اختیار کرلینا کوئی انقلاب نہیں

۲۔ برہمنیت سے مراد ہندومت ہے جو ایک قدیم مذہب ہے یہ مذہب کسی مخصوص عقیدے یا کسی مخصوص شخصیت کی تعلیم سے ماخوذ نہیں بلکہ یہ متضاد اور مختلف اوہام اور بے بنیاد عقیدوں کا مجموعہ ہے ہندو معاشرہ شدت سے ذات پات کا قائل ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ تمام انسان چار ذاتوں برہمن، کھتری، ویش اور شودر میں منقسم ہیں۔ برہمن سب سے اعلیٰ اور اونچی ذات تصور کی جاتی ہے اور اسے دوسری ذاتوں پر ہمیشہ برتری حاصل رہی ہے۔

۳۔ بدھ مت:۔ ایک قدیم غیر الہامی مذہب جس کی بنیاد گوتم بدھ (۵۶۳ ق م ۔ ۴۸۳ ق م) نے رکھی۔ اس مذہب میں کسی خدا کا تصور نہیں۔ بلکہ چند اخلاقی اور روحانی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ گوتم بدھ کے نزدیک زندگی دکھوں کا گھر ہے اور مصائب انسان کا مقدر ہیں۔ ان سے نجات پانے کا طریقہ خواہشات کو ختم کرکے زندگی سے فرار اور رہبانیت

بلکہ اسلام کی حقیقی پاکیزگی کی طرف رجوع ہو گا۔ موجودہ مسائل کا حل مسلمانوں کے لئے ہندوؤں سے کہیں زیادہ آسان ہے لیکن جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ مسلم ہندوستان کے ان مسائل کا حل آسان طور پر کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک کو ایک یا زیادہ مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے جہاں پر مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔ کیا آپ کی رائے میں اس مطالبہ کا وقت نہیں آپہنچا۔ شاید جواہر لال کی بے دین اشتراکیت کا آپ کے پاس یہ ایک بہترین جواب ہے۔

بہرحال میں نے اپنے خیالات پیش کر دیئے ہیں اس امید پر کہ آپ اپنے خطبہ یا مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس کے مباحث میں ان پر سنجیدگی سے توجہ دیں گے۔ مسلم ہندوستان کو امید ہے کہ اس نازک دور میں آپ کی فراست موجودہ مشکلات کا کوئی حل تجویز کر سکے گی۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

مکرر آنکہ:۔ اس خط کے موضوع پر میرا ارادہ تھا کہ آپ کے نام اخبارات میں ایک کھلا خط شائع کراؤں مگر غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ موجودہ وقت ایسے اقدام کے لئے موزوں نہیں۔

اختیار کرتا ہے۔

لاہور

۲۱۔ جون ۱۹۳۷ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

کل آپ کا نوازش نامہ ملا۔ بہت بہت شکریہ! میں جانتا ہوں کہ آپ بہت مصروف آدمی ہیں۔ مگر مجھے توقع ہے کہ میرے بار بار خط لکھنے کو آپ بار خاطر نہ خیال کریں گے اس وقت جو طوفان شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنمائی کی توقع کا حق رکھتی ہے میں عرض کرتا ہوں کہ ہم فی الحقیقت خانہ جنگی کی حالت ہی میں ہیں اگر فوج اور پولیس نہ ہو تو یہ (خانہ جنگی) دیکھتے ہی دیکھتے پھیل جائے گزشتہ چند ماہ سے ہندو مسلم فسادات کا ایک سلسلہ قائم ہوچکا ہے۔ صرف شمال مغربی ہندوستان میں گزشتہ تین ماہ میں کم از کم تین (فرقہ وارانہ) فسادات ہوچکے ہیں اور کم از کم چار وارداتیں ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے توہین رسالت کی ہوچکی ہیں۔ ان چاروں مواقع پر رسول ؐ کی اہانت کرنے والوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ سندھ میں قرآن مجید کو نذر آتش کرنے کے واقعات بھی پیش آئے ہیں۔ میں نے تمام صورت حال کا اچھی طرح سے جائزہ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان حالات کے اسباب نہ مذہبی ہیں اور نہ اقتصادی بلکہ خالص سیاسی ہیں یعنی مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی ہندوؤں اور سکھوں کا مقصد مسلمانوں پر خوف وہراس طاری کرنا ہے۔ نیا دستور کچھ اس قسم کا ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی مسلمانوں کو غیر مسلموں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم وزارتیں کوئی مناسب کارروائی نہیں کرسکتیں بلکہ انہیں خود مسلمانوں سے ناانصافی برتنا پڑتی ہے تاکہ وہ لوگ جن پر وزارت کا انحصار ہے خوش رہ سکیں اور ظاہر کیا جاسکے کہ وزارت قطعی طور پر غیر جانبدار ہے۔ لہٰذا یہ واضح ہے کہ ہمارے پاس اس دستور کو رد کرنے کی خاص وجوہ موجود ہیں۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیا دستور ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ ہندو اکثریتی صوبوں میں ہندوؤں کو قطعی

اکثریت حاصل ہے اور وہ مسلمانوں کو بالکل نظرانداز کر سکتے ہیں۔ مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کو کاملاً ہندوؤں پر انحصار کرنے کے لئے مجبور کر دیا گیا ہے۔ میرے ذہن میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں کہ یہ دستور ہندوستانی مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کے لئے بنایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ اقتصادی مسئلہ کا بھی حل نہیں ہے جو مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ جانکاہ بن چکا ہے۔

کیمونل ایوارڈ[1] ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی وجود کو صرف تسلیم کرتا ہے۔ لیکن کسی قوم کے سیاسی وجود کا ایسا اعتراف جو اس کی اقتصادی پسماندگی کا کوئی حل تجویز نہ کرتا ہو اور نہ کر سکے اس کے لئے بے سود ہے۔ کانگریس کے صدر[2] نے تو غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں کے (جداگانہ) سیاسی وجود سے ہی انکار کر دیا ہے۔ ہندوؤں کی دوسری سیاسی جماعت یعنی مہا سبھا[3] نے جسے میں ہندو عوام کی حقیقی نمائندہ سمجھتا ہوں بارہا اعلان کیا ہے کہ ہندوستان میں ایک متحدہ ہندو مسلم قوم کا وجود ناممکن ہے۔ ان حالات کے پیش نظر بدیہی حل یہ ہے کہ ہندوستان میں قیام امن کے لئے ملک کی ازسرنو تقسیم کی جائے۔ جس کی بنیاد نسلی، مذہبی اور لسانی اشتراک پر ہو۔ بہت سے برطانوی مدبرین بھی ایسا ہی محسوس کرتے ہیں اور اس دستور کے جلو میں جو ہندو مسلم فسادات چلے آرہے ہیں وہ ان کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں کہ ملک کی حقیقی صورتحال کیا ہے؟ مجھے یاد ہے کہ انگلستان

۱۔ **کیمونل ایوارڈ**:- گول میز کانفرنس میں فرقہ وارانہ نمائندگی کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ تو ۱۶، اگست ۱۹۳۲ء کو برطانوی وزیراعظم نے ایک اعلان کیا جس میں ہندوستان کے مختلف فرقوں کی نمائندگی کا تعین کیا گیا۔ یہ اعلان کیمونل ایوارڈ کے نام سے مشہور ہے۔ جس کی رو سے مسلمانوں کے علاوہ سکھوں، عیسائیوں اور اچھوتوں کے لئے بھی جداگانہ طریق انتخاب تسلیم کیا گیا۔

۲۔ کانگریس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے ۳۷-۱۹۳۶ء کے انتخابات میں کانگریس کی غیر متوقع کامیابی کے بعد کلکتہ کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج ہندوستان میں صرف دو فریق موجود ہیں یعنی کانگریس اور برطانوی حکومت قائداعظم محمد علی جناح نے اسی وقت جواب دیا کہ ہندوستان میں دو نہیں بلکہ تین فریق ہیں، کانگریس برطانوی حکومت اور مسلمان۔

۳۔ **ہندو مہاسبھا**:- ہندوستان کی ایک سیاسی جماعت جو بیسویں صدی کے شروع میں قائم کی گئی یہ جماعت ہندوؤں کو ایک الگ قوم تصور کرتی تھی اور متحدہ قومیت پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ لالہ راجپت رائے (۱۸۶۵ء - ۱۹۲۸ء) ڈاکٹر مونجے (۱۸۷۲ء - ۱۹۴۸ء) اور ساورکر (۱۸۸۳ء - ۱۹۶۶ء) اس کے قابل ذکر رہنما تھا

سے روانگی سے قبل لارڈ لوتھیان[۴] نے مجھے کہا تھا کہ میری سکیم[۵] میں ہندوستان کے مصائب کا واحد ممکن حل ہے لیکن اس پر عمل درآمد کے لئے ۲۵ سال درکار ہیں۔ پنجاب کے کچھ مسلمان شمال مغربی ہندوستان میں مسلم کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کر رہے ہیں اور یہ تجویز تیزی سے مقبولیت اختیار کر رہی ہے۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ ہماری قوم ابھی اتنی زیادہ منظم نہیں ہوئی اور نہ ہی ان میں اتنا نظم وضبط ہے اور شاید ایسی کانفرنس کے انعقاد کا ابھی موزوں وقت بھی نہیں لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو اپنے خطبہ میں کم از کم اس طریق عمل کی طرف اشارہ ضرور کر دینا چاہئے۔ جو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو بالآخر اختیار کرنا پڑے گا۔

میرے خیال میں تو نئے دستور میں ہندوستان بھر کو ایک ہی وفاق میں مربوط رکھنے کی تجویز بالکل بے کار ہے۔ مسلم صوبوں کے ایک جداگانہ وفاق کا قیام اس طریق پر جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے صرف واحد راستہ ہے جس سے ہندوستان میں امن وامان قائم ہوگا اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے غلبہ و تسلط سے بچایا جاسکے گا۔ کیوں نہ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو علیحدہ اقوام تصور کیا جائے جنہیں ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی دوسری اقوام کی طرح حق خود اختیاری حاصل ہو۔

ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو فی الحال مسلم اقلیت کے صوبوں کو نظر انداز کر دینا چاہئے۔ مسلم اکثریت اور مسلم اقلیت کے صوبوں کا بہترین مفاد اسی طریق کو اختیار کرنے میں ہے۔ اس لئے مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس کسی مسلم اقلیت کے صوبہ کی بجائے پنجاب میں منعقد کرنا بہتر ہوگا۔ لاہور میں اگست کا مہینہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں آپ لاہور میں وسط اکتوبر میں جب

۴۔ لارڈ لوتھیان (۱۸۸۲۔ ۱۹۴۰ء) برطانوی نواب اور سیاست دان تھے گول میز کانفرنس میں برطانوی مندوب تھے۔ ۱۹۳۸ء میں ہندوستان تشریف لائے۔ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کانووکیشن سے خطاب کیا امریکہ میں برطانیہ کے سفیر بھی رہے۔

۵۔ "میری سکیم" سے مراد علامہ اقبال کی وہ تجویز ہے جو آپ نے ۱۹۳۰ء کو الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے خطبہ صدارت کے دوران پیش کی تھی۔ یعنی پنجاب سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک اسلامی ریاست قائم کر دی جائے۔

موسم خوشگوار ہو جاتا ہے مسلم لیگ کے اجلاس کے انعقاد کے بارے میں غور فرمائیں۔ پنجاب میں آل انڈیا مسلم لیگ سے دلچسپی بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے اور لاہور میں مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس کا انعقاد پنجاب کے مسلمانوں میں ایک نئی سیاسی بیداری کا باعث ہوگا۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال بار ایٹ لا

لاہور

۱۱/ اگست ۱۹۳۷ء

محترم جناح صاحب

واقعات نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ کو اپنی تمام تر سرگرمیاں شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں پر مرکوز کر دینی چاہئے۔ مسلم لیگ کے دہلی دفتر نے مسٹر غلام رسول کو مطلع کیا ہے کہ مسلم لیگ کے اجلاس کی تاریخ تاحال طے نہیں ہوئی۔

اندریں حالات مجھے اندیشہ ہے کہ اگست اور ستمبر میں اجلاس نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا میں مکرر درخواست کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کا اجلاس اکتوبر کے وسط یا آخر میں لاہور میں منعقد کیا جائے۔ پنجاب میں مسلم لیگ کے لئے جوش و خروش برابر بڑھ رہا ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ لاہور میں اس کا اجلاس مسلم لیگ کی تاریخ میں ایک انقلاب آفریں باب اور عوام سے رابطہ استوار کرنے کے لئے ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگا۔ براہ کرم! جواب میں چند سطریں لکھئے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال بار ایٹ لا

میو روڈ لاہور

۱۳/ اگست ۷ ۱۹۳ء

محترم جناح صاحب

جیسا کہ کل میں نے آپ کو لکھا کہ پنجاب میں مسلم لیگ کے لئے جوش و خروش بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ پنجاب کے مختلف شہروں میں پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے (باقاعدہ) آغاز کار کے بغیر لیگ کی تقریباً ۲۰ شاخیں قائم ہوگئی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر پنجاب مسلم لیگ کے کچھ عہدیدار صوبے کا دورہ کرسکیں۔ تو وہ نہ صرف رقم اکٹھی کرسکیں گے۔ بلکہ پنجاب کے عام مسلمانوں کی آنکھیں اس صورتحال کے بارے میں جو خوش قسمتی سے خود ہی مسلمانوں کے بارے میں کانگریس کے رویے سے پیدا ہوچکی ہے کھول دیں گے۔ اگرچہ بدقسمتی سے صوبائی لیگ اس قسم کے دورے کے لئے ابتدائی اخراجات کے لئے رقم کے فقدان کی وجہ سے بڑی دشواری میں ہے۔ کیا آپ مرکزی فنڈ سے تقریباً ۱۵۰۰ روپے عطیہ دے سکیں گے؟ مجھے امید ہے کہ ہمارے آدمی کافی رقم اکٹھی کرلیں گے جس سے ہم آپ سے مستعارلی ہوئی رقم واپس کرسکیں گے۔ اگر آپ اپنی اولین فرصت میں ایسا کرسکیں تو ہم بڑے ممنون ہوں گے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

لاہور

۷۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

مسلم لیگ کے لکھنؤ اجلاس [۱] میں پنجاب سے خاصی تعداد کی شرکت کی توقع ہے یونینسٹ مسلمان بھی سر سکندر حیات کی قیادت میں شرکت کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ آج کل ہم ایک پر آشوب دور سے گذر رہے ہیں اور ہندوستانی مسلمان امید کرتے ہیں کہ آپ اپنے خطبے میں جملہ امور میں جن کا تعلق قوم کے مستقبل سے ہے ان کی کامل اور واضح ترین راہنمائی فرمائیں گے۔ میری تجویز ہے کہ مسلم لیگ ایک مناسب قرارداد کی صورت میں کمیونل ایوارڈ سے متعلق اپنی پالیسی کا اعلان یا مکرر وضاحت کر دے۔ پنجاب اور معلوم ہوا ہے کہ سندھ میں بھی بعض فریب خوردہ مسلمان اس فیصلہ کو اس طرح تبدیل کرنے کے لئے تیار ہیں کہ یہ ہندوؤں کے حق میں زیادہ مفید ہو جائے۔ ایسے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہندوؤں کو خوش کرکے وہ اپنا اقتدار بحال رکھ سکیں گے۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ برطانوی حکومت ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتی ہے جو کمیونل ایوارڈ میں گڑبڑ کرانے کو خوش آمدید کہیں گے۔ لہٰذا وہ (برطانوی حکومت) کوشش کر رہی ہے کہ اپنے مسلم ایجنٹوں کے ذریعے اس میں گڑبڑ کرائے۔

مسلم لیگ کونسل کی خالی نشستوں کے لئے میں ۲۸ افراد کی فہرست تیار کروں گا۔ مسٹر غلام رسول آپ کو وہ فہرست دکھا دیں گے۔ مجھے امید ہے کہ یہ انتخاب پورے غور و خوض سے کیا جائے گا۔ ہمارے آدمی ۱۳ تاریخ کو لاہور سے روانہ ہوں گے۔

مسئلہ فلسطین [۲] نے مسلمانوں کو مضطرب کر رکھا ہے۔ مسلم لیگ کے مقاصد کے لئے عوام سے رابطہ پیدا کرنے کا ہمارے لئے یہ نادر موقع ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسلم لیگ

۱۔ لکھنو اجلاس:۔ مسلم لیگ کا پچیسواں سالانہ اجلاس جو ۱۵۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو لکھنؤ میں قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت میں ہوا۔

۲۔ مسئلہ فلسطین:۔ دنیائے اسلام کا اہم ترین دینی اور سیاسی مسئلہ ہے۔ فلسطین کا علاقہ بحرہ روم کے

اس مسئلہ پر ایک زوردار قرار داد ہی منظور نہیں کرے گی بلکہ لیڈروں کی ایک غیر رسمی کانفرنس میں کوئی ایسا لائحہ عمل بھی تیار کیا جائے گا جس میں مسلمان عوام بڑی تعداد میں شامل ہو سکیں۔ اس سے (ایک طرف تو) مسلم لیگ کو مقبولیت حاصل ہوگی۔ اور (دوسری طرف) شاید فلسطین کے عربوں کو فائدہ پہنچ جائے۔ ذاتی طور پر میں کسی ایسے امر کے لئے جس کا اثر ہندوستان اور اسلام دونوں پر پڑتا ہو جیل جانے کے لئے تیار ہوں۔ مشرق کے عین دروازہ پر ایک مغربی چھاؤنی کا قیام (اسلام اور ہندوستان) دونوں کے لئے پر خطر ہے۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

محمد اقبال بار ایٹ لا

مکرر آنکہ:- مسلم لیگ یہ قرارداد پاس کرے کہ کوئی صوبہ دوسری اقوام کے ساتھ کیمونل ایوارڈ سے متعلق کوئی سمجھوتہ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ یہ ایک کل ہند مسئلہ ہے اور صرف مسلم لیگ ہی کو اس کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ ممکن ہے آپ ایک قدم آگے بڑھ کر کہیں کہ موجودہ فضا کسی فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے مناسب نہیں۔

کنارے پر مصر، شام، اردن، اور سعودی عرب سے متصل ہے۔ اسرائیل نے مغربی سامراج کے تعاون سے علاقہ پر قبضہ کرکے اپنی ریاست قائم کر رکھی ہے۔ اس کے اسباب وعلل میں اسلام دشمنی، عربوں کو تباہ و برباد کرنے اور دنیا کی عظیم آبی شاہراہ نہر سویز کو اپنے قبضہ و تصرف میں لانا ہے۔ فلسطین کی آزادی کے لئے نہ صرف عرب سرگرم عمل ہیں بلکہ دنیا بھر کی تمام اسلامی حکومتیں بھی عربوں کی ہم نوا ہیں۔

لاہور

۳۰/ اکتوبر ۱۹۳۷ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

امید ہے کہ آپکے مطالعہ سے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی منظور کردہ قرارداد گزر چکی ہوگی۔ آپکے بروقت قدم نے صورتحال کو بچالیا۔ ہم سب کانگریس کی قرارداد پر آپکے تاثرات کے منتظر ہیں۔ "ٹریبیون"[1] لاہور نے پہلے ہی اس پر تنقید کی ہے اور مجھے امید ہے کہ ہندوؤں کی رائے بھی بالعموم اس کے خلاف ہی ہوگی۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس کا اثر خواب آور نہ ہونا چاہئے۔ ہمیں تنظیم کا کام پہلے سے زیادہ گرم جوشی کے ساتھ جاری رکھنا ہے اور اس وقت تک دم نہیں لینا جب تک کہ پانچ صوبوں[2] میں مسلم حکومتیں قائم نہیں ہوجاتیں نیز بلوچستان میں بھی اصلاحات کا نفاذ نہیں ہوجاتا۔

سننے میں آیا ہے کہ یونینسٹ پارٹی کا ایک حصہ مسلم لیگ کے نصب العین پر دستخط کرنے کو تیار نہیں۔ ابھی تک سر سکندر اور ان کی پارٹی نے اس پر دستخط نہیں کئے۔ مجھے آج صبح معلوم ہوا کہ وہ مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس تک انتظار کریں گے جیسا کہ خود ان میں سے ایک ممبر نے مجھے بتایا ہے کہ ان کا منشا صوبائی مسلم لیگ کی سرگرمیوں کو کمزور کرنا ہے۔ بہرحال میں چند روز میں آپ کو پورے کوائف سے مطلع کروں گا اور پھر آپ کی رائے درکار ہوگی کہ ہم کس طرح کام جاری رکھیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ اجلاس لاہور سے پہلے کم از کم دو ہفتوں کے لئے آپ پنجاب کا دورہ کریں گے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال بار ایٹ لا

۱۔ ٹریبیون :- لاہور سے شائع ہونے والا انگریزی روزنامہ جو کانگریس کے پروگرام اور ہندو نقطہ نگاہ کی اشاعت و ترویج میں پیش پیش تھا۔

۲۔ پانچ صوبے :- ۱۔ پنجاب ۲۔ سندھ ۳۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ ۴۔ بنگال ۵۔ آسام

لاہور

یکم نومبر ۱۹۳۷ء (ضروری)

محترم جناح صاحب

سر سکندر حیات خان اپنی پارٹی کے چند اراکین کے ہمراہ کل مجھے ملے۔ ہمارے درمیان دیر تک مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے باہمی اختلافات پر گفتگو ہوتی رہی۔ دونوں فریقوں کی طرف سے اخبارات کو بیانات جاری کر دیئے گئے ہیں ہر ایک فریق جناح سکندر معاہدہ[1] کے بارے میں اپنی اپنی تاویل کرتا ہے۔ اس سے بہت زیادہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے جیسا کہ میں نے پہلے آپکو لکھا تھا کہ میں یہ سارے بیانات چند روز میں آپکو ارسال کرونگا۔ سردست میری درخواست ہے کہ آپ مجھے اس سمجھوتہ کی ایک نقل جس پر سر سکندر کے دستخط ہیں اور جو میرے علم کے مطابق آپکے پاس ہے جلد بھجوا دیجئے۔ آپ سے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ آیا آپ صوبائی پارلیمانی بورڈ کو یونینسٹ پارٹی کے اختیار میں دینے پر رضامند ہو گئے تھے۔ سر سکندر کا مجھ سے یہ کہنا ہے کہ آپ اس پر راضی ہو گئے ہیں لہٰذا انکا مطالبہ ہے کہ یونینسٹ پارٹی کی بورڈ میں اکثریت ہونی چاہیے۔ جہاں تک میرا خیال ہے جناح سکندر معاہدہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

براہ کرم! اس خط کا جواب جلد از جلد عنایت فرمایئے ہمارے آدمی ملک کا دورہ کر رہے ہیں اور مختلف مقامات پر مسلم لیگ (کی شاخیں) قائم کر رہے ہیں گذشتہ رات لاہور میں ہم نے ایک خاصہ کامیاب جلسہ کیا ہے۔ اب یہ سلسلہ جاری رہیگا۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال (بار ایٹ لاء)

۱۔ جناح سکندر معاہدہ: اکتوبر ۱۹۳۷ء میں قائد اعظم محمد علی جناح اور سر سکندر حیات کے درمیان تبادلہ خیالات ہوا جسکے بعد سر سکندر حیات خاں نے اعلان کیا کہ وہ اپنی یونینسٹ پارٹی کے مسلم اراکین کو ہدایت کریں گے کہ وہ مسلم لیگ کے ممبر بن جائیں اور وہ مسلم لیگ کے قواعد و ضوابط کی پابندی کریں۔ اس سے اسوقت کی مخلوط یونینسٹ وزارت پر کوئی فرق نہیں پڑیگا اور مسلم لیگ کے صوبائی پارلیمانی بورڈ کی از سر نو تشکیل ہوگی۔ یہ اعلان بعد میں جناح سکندر معاہدہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدہ کی رو سے سر سکندر حیات خاں کو مسلم لیگ کی حمایت حاصل ہو گئی اور مسلم لیگ میں پنجاب کے وزیر اعظم اور اسکے ساتھیوں کی شمولیت سے مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت مسلم ہو گئی۔

لاہور

۱۰ / نومبر ۱۹۳۷ء (بصیغہ راز)

محترم جناح صاحب

سر سکندر اور ان کے احباب سے متعدد گفتگوؤں کے بعد اب میری قطعی رائے ہے کہ سر سکندر اس سے کم کسی چیز کے خواہشمند نہیں کہ مسلم لیگ اور صوبائی پارلیمانی بورڈ پر ان کا مکمل قبضہ ہو۔ آپ کے ساتھ ان کے معاہدہ میں یہ مذکور ہے کہ پارلیمانی بورڈ کی نئے سرے سے تشکیل کی جائے گی اور اس میں یونینسٹ پارٹی کو اکثریت حاصل ہوگی۔ سر سکندر کہتے ہیں کہ آپ نے بورڈ میں ان کی اکثریت تسلیم کرلی ہے۔ میں نے پچھلے دنوں آپ سے خط لکھ کر دریافت کیا تھا کہ کیا واقعی آپ نے پارلیمانی بورڈ میں یونینسٹ اکثریت منظور کرلی ہے؟ ابھی تک آپ نے مجھے اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی۔ ذاتی طور پر مجھے انہیں وہ کچھ دینے میں کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا جس کے وہ خواہش مند ہیں لیکن جب وہ مسلم لیگ کے عہدیداروں میں مکمل ردو بدل کا مطالبہ کرتے ہیں تو منشائے معاہدہ سے تجاوز کر جاتے ہیں بالخصوص سیکرٹری (کی علیحدگی کا مطالبہ) حالانکہ انہوں نے مسلم لیگ کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلم لیگ کی مالیات پر بھی ان ہی کے آدمیوں کا اختیار ہو۔ میرے خیال میں تو وہ اس طرح مسلم لیگ پر قبضہ کر کے اسے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ صوبے کی رائے کی پوری جان پہچان رکھتے ہوئے میں مسلم لیگ کو سر سکندر اور اس کے احباب کے حوالے کر دینے کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ معاہدے کے باعث پنجاب مسلم لیگ کے وقار کو سخت نقصان پہنچا ہے اور یونینسٹوں کے ہتھکنڈے اسے اور بھی نقصان پہنچائیں گے۔ انہوں نے ابھی تک مسلم لیگ کے منشور پر دستخط نہیں کئے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ کرنا بھی نہیں چاہتے۔ لاہور میں مسلم لیگ کا اجلاس وہ فروری کی بجائے اپریل میں چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ صوبہ میں اپنی زمیندارہ لیگ[1] کے

۱۔ **زمیندارہ لیگ:** ۔ ۱۹۳۷ء میں سر سکندر حیات خاں نے پنجاب کے زمینداروں اور جاگیرداروں کی ایک تنظیم زمیندارہ لیگ کے نام سے قائم کی مگر اس کو کوئی مقبولیت حاصل نہ ہوئی۔

قیام و استحکام کے لئے مہلت چاہتے ہیں۔ شاید آپ کو معلوم ہو گا کہ لکھنؤ سے واپسی پر سر سکندر نے ایک زمیندارہ لیگ قائم کی ہے جس کی شاخیں اب صوبہ بھر میں قائم کی جا رہی ہیں۔ اندریں حالات براہ کرم مجھے مطلع فرمایئے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو بذریعہ تار اپنی رائے سے مطلع فرمایئے وگرنہ فوری ایک مفصل خط تحریر فرمایئے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

بار ایٹ لاء

ضمیمہ

علامہ اقبال کی طرف سے
غلام رسول خاں کے لکھے ہوئے

خطوط

۸/ نومبر ۱۹۳۷ء

محترم جناح صاحب

آپ نے یکم نومبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر سر محمد اقبال کو جو خط بھیجا تھا۔ اس کے پیش نظر انہوں نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ آپ کو اطلاع دے دوں کہ:

(ا)— لکھنؤ میں آپ کے اور سر سکندر کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ صوبے بھر میں شدید اختلافات کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ سر سکندر نے پنجاب واپس آتے ہی ایک بیان شائع کر دیا تھا کہ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے، سابقہ صورت حال ہنوز قائم اور بحال ہے۔ البتہ اس میں صرف یہ ترمیم کر دی گئی ہے کہ یونینسٹ پارٹی کے ان مسلم ارکان کو جو مسلم لیگ کے ممبر نہیں ہیں مشورہ دیا جائے گا کہ اگر وہ پسند کریں تو لیگ میں شامل ہو جائیں۔ اس کے علاوہ یہ شرط بھی لگا دی گئی ہے کہ آئندہ ضمنی انتخابات میں جو مسلم امیدوار لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہوں گے انہیں یہ عہد کرنا ہو گا کہ کامیاب ہونے کے بعد وہ یونینسٹ پارٹی میں شامل ہو جائیں گے اس کے عوض انتخابات کی جنگ میں انہیں یونینسٹ پارٹی کی بھی امداد حاصل ہو گی۔

سر سکندر کی جماعت کے بعض دیگر ارکان نے بھی اس قسم کے بیان شائع کئے ہیں کہ سکندر جناح پیکٹ کی رو سے پنجاب مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ یونینسٹ پارٹی کے قبضہ میں چلا جائے گا۔

سر چھوٹو رام نے اپنے دستخط سے ایک بیان اخبارات کو دیا ہے جس میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آئندہ لیگ پارلیمنٹری بورڈ پر یونینسٹ پارٹی کا قبضہ ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ پنجاب میں مسلم لیگ کی کوئی آزادانہ حیثیت باقی نہیں رہے گی اور وہ یونینسٹ پارٹی کا ایک ماتحت ادارہ بن کر رہ جائے گا۔

یونینسٹ پارٹی کے ارکان کی ان تصریحات سے مسلمانان پنجاب میں زبردست ہیجان واضطراب پیدا ہو گیا ہے اور وہ سخت حیران ہیں کہ ایسا معاہدہ کس طرح کیا گیا ہے جس کے

تحت لیگ کی مستقل حیثیت کالعدم ہوگئی ہے اور وہ یونینسٹ پارٹی کی ایک ماتحت جماعت بنا دی گئی ہے، حالانکہ عوام کی نگاہ میں یونینسٹ پارٹی بدترین رجعت پسندوں کا ایک گروہ ہے۔ ان حالات کے پیش نظر میں نے پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے سیکرٹری کی حیثیت سے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کے مشورے سے ایک بیان شائع کیا جس کا مقصد پنجاب مسلم لیگ کے متعلق جدید غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا، چنانچہ میں نے محض سکندر جناح پیکٹ کی اہم شقوں کو نقل کر دیا اور دہرایا کہ اس معاہدے کی رو سے جو مسلم لیگ پارٹی معرض وجود میں آئے گی وہ آل انڈیا مسلم لیگ، مسلم لیگ مرکزی پارلیمنٹری بورڈ اور مسلم لیگ پراونشل پارلیمنٹری بورڈ کے قواعد وضوابط کے تحت ہوگی۔

اسی ضمن میں ملک برکت علی ایم ایل اے نے بھی ایک بیان شائع کیا ہے جس میں انہوں نے معاہدے کی شرائط کو نقل کرکے واضح کر دیا ہے کہ مجلس قانون ساز کے اندر صرف مسلم لیگ پارٹی کو یہ حق حاصل ہوگا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے بنیادی اصول اور لائحہ عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی دوسرے گروہ سے مل کر کولیشن بنائے یا کسی کولیشن کو قائم رکھے۔ ان ہر دو بیانات کی نقول ارسال خدمت ہیں۔

مسلمان عوام پر ان بیانات کا خوش گوار اثر ہوا ہے۔ لیکن یونینسٹ پارٹی کے مقتدر ارکان ان بیانات کی اشاعت سے برہم ہوگئے ہیں۔ روزنامہ "ٹربیون" نے ان بیانات پر جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی ارسال خدمت ہے۔

(۲)— ۲۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر سر محمد اقبال کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے سر سکندر کی خدمت میں رکنیت کے نوے فارم بھیجے اور یہ درخواست کی کہ اسمبلی کی یونینسٹ پارٹی کے مسلمان ممبروں سے ان پر دستخط کرالئے جائیں۔ کیونکہ ان ایام میں وائسرائے کی آمد کے سلسلے میں تمام ارکان لاہور میں موجود تھے، مگر اس وقت تک ایک فارم پر بھی دستخط نہیں ہوئے اور نہ کوئی فارم ہمیں واپس کیا گیا ہے۔ سچ پوچھئے تو خود میں نے اسمبلی کے بعض مسلم ارکان سے ان فارموں پر دستخط کرنے کو کہا تھا ان میں سے بعض نے بڑی مسرت سے میری درخواست کو شرف قبولیت بھی بخشا، لیکن سر سکندر نے اسمبلی

کے ارکان کو پیغام بھیج دیا کہ ان فارموں پر دستخط نہ کئے جائیں—— یہ ہے ہماری موجودہ پوزیشن!

سر سکندر اور ان کے بعض دوست یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلم لیگ موجودہ یونینسٹ پارٹی کے قبضہ اقتدار میں آگئی ہے اور سکندر جناح پیکٹ کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں لیگ کا واحد نمائندہ مسلم لیگ بلاک کے وجود میں آنے کے بغیر ہی وزارتی پارٹی میں شامل ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سکندر جناح پیکٹ سے آل انڈیا مسلم لیگ کی شہرت کو سخت نقصان پہنچے گا۔ اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو لیگ سے مسلمانان پنجاب کی تمام ہمدردی ختم ہو جائے گی۔ میں یہ بھی واضح کر دوں کہ اگر ہم یہ بیانات شائع نہ کرتے، تو آل انڈیا مسلم لیگ کے وقار کو سخت ٹھوکر لگتی۔

(۳)— آپ کو یہ سن کر دلی مسرت ہوگی کہ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا ایک وفد (جس میں خان بہادر ملک زمان مہدی، ملک برکت علی، مسٹر عاشق حسین بٹالوی اور راقم الحروف کے علاوہ بعض دیگر ارکان بھی شامل ہیں) پنجاب کا دورہ کر کے مختلف مقامات پر بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کر رہا ہے۔ ان مقامات پر مسلمان عوام نے آل انڈیا مسلم لیگ اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ سے جس خلوص اور عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے وہ واقعی حیرت انگیز ہے۔ ہماری کوششوں سے اس وقت تک ۴۳ شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور مزید شاخیں قائم ہو رہی ہیں مگر چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ قریب ہے، اس لئے ہم اپنا دورہ ملتوی کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ سر سکندر کی پارٹی کے ایک رکن نے بھی ہمارا ساتھ نہیں دیا۔

(۴)— میر مقبول محمود نے ملک برکت علی کو سکندر جناح پیکٹ کی نقل مہیا نہیں کی۔ اس لئے اس کے متعلق آپ کو تار دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی سر سکندر حیات کو پیغام بھیجا تھا کہ معاہدہ مذکورہ کی ایک نقل بھیج دیں۔ سر سکندر نے نقل بھیج دی ہے مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ نقل اصل کے مطابق ہے یا نہیں، کیونکہ میر مقبول محمود نے

مجھے بتایا ہے کہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء کی رات گیارہ بجے جبکہ معاہدے کی تمام شرائط آپ کے کمرے میں طے ہوچکی تھیں سر سکندر نے بعض ترمیمیں پیش کیں اور بالاخر وہ معاہدہ مرتب ہوا جس کی نقل ڈاکٹر سر محمد اقبال کو بہم پہنچائی گئی ہے۔ چونکہ ہمیں ان ترمیموں کا کوئی علم نہیں اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ اس معاہدہ کی نقل جو کہ آپ کے پاس موجود ہے ایک نقل ہمیں ارسال فرما دیجئے۔ کیونکہ جب ملک برکت علی نے میر مقبول محمود سے یہ نقل مانگی تھی تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ مطلوبہ نقل آپ کو بھیج دی گئی ہے۔

(۵)—اب میں ان امور کی طرف آتا ہوں جن کے متعلق آپ نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مشورہ طلب کیا ہے۔

(الف)..... فروری ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس خصوصی لاہور میں منعقد کرنے کے متعلق جہاں تک سر سکندر کی دعوت کا تعلق ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں، لیکن ہم اس وقت تک کوئی تجویز پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں، جب تک کہ اس قسم کا واضح اور غیر مبہم سمجھوتہ نہ ہوجائے۔ کہ سر سکندر کی پارٹی کے مسلمان ارکان کسی مزید تاخیر کے بغیر مسلم لیگ کے حلف نامے اور قرطاس رکنیت پر دستخط کردیں اور اعلان کریں کہ اسمبلی کے اندر بھی ان کی جماعت مسلم لیگ پارٹی کہلائے گی۔ جہاں تک صورت حالات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سر سکندر حیات خان کی طرف سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ اس پوزیشن کو قبول کرنے سے بچ جائیں۔

(ب)..... جہاں تک آرگنائزنگ کمیٹی کی تشکیل کا سوال ہے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پراونشل مسلم لیگ اس وقت موجود ہے اور ہم ہر ضلع ہر تحصیل اور اکثر دیہات میں لیگ کی مقامی شاخیں قائم کر رہے ہیں، اس لئے پنجاب میں کسی آرگنائزنگ کمیٹی کی ضرورت نہیں۔

(ج)..... جہاں تک مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا تعلق ہے ہماری یہ تجویز ہے کہ پنجاب کو پانچ نشستیں دی جائیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی درخواست ہے کہ وہ خرابی صحت کی بنا پر اس قابل

نہیں ہیں کہ مجلس عاملہ کے جلسوں میں شریک ہوسکیں۔ اس لئے ان کی جگہ ملک زمان مہدی ڈپٹی پریذیڈنٹ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کو لے لیا جائے۔ ملک برکت علی ورکنگ کمیٹی میں بدستور شامل رہیں اور مسٹر غلام رسول خان بیرسٹرایٹ لا کا نام بھی شامل کرلیا جائے۔ جہاں تک سرسکندر اور میاں احمدیار خان دولتانہ کا تعلق ہے اس مسئلہ کے حل کا انحصار بیشتر ان کے اس فیصلہ پر ہے کہ وہ لیگ ٹکٹ پر دستخط کردیں اور کسی مزید تاخیر کے بغیر اسمبلی کے اندر مسلم لیگ پارٹی کے قیام کا اعلان کردیں اگر وہ اس معاہدے پر عمل کریں تو یہ خیال رکھا جائے کہ ان کی نیابت کسی صورت میں موجودہ مسلم لیگ پارٹی کی نیابت سے تجاوز نہ کرنے پائے۔

آپ کا مخلص

غلام رسول

(برائے ڈاکٹر سر محمد اقبال)[1]

۱۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ اقبال کے آخری دو سال۔ کراچی ۱۹۶۱ء۔ ص ۵۱۳ - ۵۱۹

۱۷/ فروری ۱۹۳۸ء

محترم جناح صاحب

آپکی گشتی چٹھی نمبر ۵۶۶، مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کے جواب میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے مجھے یہ تحریر کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

(۱)--- مذکورہ بالا گشتی چٹھی میں آپ نے جو ہدایات دی ہیں انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے مناسب اقدامات کئے جارہے ہیں۔

(۲)--- جہاں تک لیگ کے اجلاس خصوصی کا سوال ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ اجلاس لیگ کے نئے آئین کے مطابق کر رہے ہیں۔ مگر آپ کو اس امر کا پورا احساس ہوگا کہ اس خاص اجلاس میں جو مسئلہ زیر بحث آئے گا وہ بے حد اہم ہے اور تمام مسلمانان ہند پر بالعموم اور مسلمانان پنجاب پر بالخصوص اثر انداز ہوگا۔

یہ امر اس بات کا متقاضی ہے کہ کھلے اجلاس میں اہل بصیرت مسلمانوں کی بڑی سے بڑی اکثریت اس پر بحث کرے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کی رو سے پنجاب سے ۳۶۰ سے زیادہ مسلمان اس اجلاس میں شریک نہیں ہوسکتے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ یہ تمام ممبر وہاں پہنچ جائیں۔ ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کے احساسات بھی پنجاب کے مسلمانوں کے احساسات کی طرح شدت سے مجروح ہوئے ہیں یا نہیں۔ لیکن اگر لیگ سول نافرمانی کا فیصلہ کرے تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کا انحصار ان لوگوں پر رکھا جائے جن پر اس تحریک کو کامیابی کے ساتھ چلانے کا بوجھ ڈالا جائے گا۔

آپ جانتے ہیں کہ آئین جدید کی رو سے یہ امر ممکن نہیں اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ خاص اجلاس پرانے آئین ہی کے ماتحت ۳۱ مارچ ۱۹۳۸ء سے پہلے منعقد کرلیا جائے۔ کیونکہ پرانے آئین کی رو سے ہر مسلمان ایک روپیہ ادا کرکے بحث میں حصہ لے سکتا ہے اگر آپ کا خیال ہے کہ ۳۱ مارچ بہت قریب ہے تو پھر ہماری یہ تجویز ہے کہ آپ نئے

آئین کے نفاذ کو خاص اجلاس تک ملتوی کر دیں اور یہ اجلاس ۳۱ مارچ کے بعد مناسب تاریخوں میں منعقد کرلیا جائے۔ اگر یہ دونوں تجویزیں آپ کو منظور نہ ہوں، تو پھر ہماری درخواست ہے کہ آپ خاص اجلاس کی بجائے ہندوستانی مسلمانوں کی ایک خاص کانفرنس منعقد کریں جس میں ہر بالغ مسلمان کو شامل ہونے کی اجازت ہو، ظاہر ہے کہ یہ کانفرنس بھی لیگ کے زیر اہتمام اور آپ ہی کے زیر صدارت منعقد ہوگی۔

آپ کا مخلص

غلام رسول

آنریری سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ

(برائے ڈاکٹر سر محمد اقبال)[1]

۱۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ کتاب مذکور ص ۶۰۸ ۔ ۶۰۹

۷/ مارچ ۱۹۳۸ء

محترم جناح صاحب

مجھے ڈاکٹر سر محمد اقبال کی طرف سے ذیل کا خط لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ آپ کا خط ڈاکٹر صاحب موصوف کو ۴/ مارچ ۱۹۳۸ء کو ملا۔ ان کی صحت کی خرابی ہم سب نیاز مندوں کے لئے وجہ اضطراب بنی ہوئی ہے اور وہ خود آپ کو خط لکھنے سے معذور ہیں آپ کے خط کے جواب میں ان کا ارشاد یہ ہے!

کل پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا ایک عام اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں صوبے کے تمام اضلاع کے نمائندے شامل ہوئے اور پراونشل مسلم لیگ کے ارکان کی ایک بڑی تعداد نے اس میں حصہ لیا۔ آپ نے سر محمد اقبال کو جو خط لکھا تھا' وہ اس اجلاس میں پڑھا گیا اور اتفاق رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس خصوصی لاہور ہی میں منعقد ہو اور اس کے لئے ایک رسمی دعوت نامہ بھیج دیا جائے۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ شہید گنج کے متعلق لیگ کا اجلاس خصوصی ایسٹر کی تعطیلات میں لاہور میں منعقد کرنے کے لئے اس خط ہی کو دعوت نامہ تصور کیا جائے۔

جہاں تک پنجاب کی صورت حال کا تعلق ہے' سر محمد اقبال یہ کہنا چاہتے ہیں!

(۱)— شہید گنج کے متعلق غالباً پریوی کونسل میں اپیل کی جائے گی' لیکن لوگوں کو اس سے زیادہ دلچسپی نہیں' کیونکہ اس وقت وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ کسی برطانوی عدالت کی طرف رجوع بے سود ہے۔

(۲)— ملک برکت علی نے تحفظ مساجد کے متعلق پنجاب اسمبلی میں جو بل پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ مسلمانوں میں اس پر کافی جوش پھیلا ہوا ہے۔ اس وقت تک یونینسٹ پارٹی کے پچیس ارکان نے سر سکندر کی ہدایات کے برعکس اخبارات میں اپنے اس عزم کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس بل کی تائید کریں گے اور اس بل کو انہوں نے اپنا بل بنالیا ہے۔ نیز صوبے کے تمام ووٹر مناسب قراردادیں منظور کرکے اپنے اپنے نمائندوں سے مطالبہ کر

رہے ہیں کہ اس بل کی پوری حمایت کی جائے۔ اس لئے امید کی جاتی ہے کہ جب یہ بل منظوری کی غرض سے اسمبلی میں پیش ہوگا تو قانون کی صورت اختیار کرلے گا۔

(۳)— شہید گنج کی سول نافرمانی کی تحریک روز بروز تقویت پکڑ رہی ہے۔ عوام پرامن ہیں اور بے تابی سے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس خصوصی کے اہم فیصلوں کا انتظار کر رہے ہیں جب یہ فیصلہ ہو جائے گا تو پنجاب کے تقریباً تمام مسلم ادارے لیگ کی رہنمائی میں سرگرم عمل نظر آئیں گے۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ آپ کو یقین دلاتی ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس خصوصی کے لئے تمام ضروری انتظامات کرنے کی ذمہ دار ہے۔

آپ کا مخلص

غلام رسول خان

آنریری سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ

(برائے ڈاکٹر سر محمد اقبال[۱])

۱۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ کتاب مذکور ص ۵۹۴۔ ۵۹۶

صاحب کتاب

نام	محمد جہانگیر عالم
پیدائش	۱۹۳۹ء ـــــ لدھیانہ
تعلیم	ایم اے سیاسیات
تعلیمی گہوارے	پاکستان ماڈل ہائی سکول فیصل آباد
	گورنمنٹ کالج فیصل آباد
	گورنمنٹ کالج لاہور
	پنجاب یونیورسٹی لاہور
پیشہ	درس و تدریس (محکمہ تعلیم حکومت پنجاب)
جن اداروں میں کام کیا	گورنمنٹ کالج پنڈی گھیب
	گورنمنٹ کالج جھنگ
موجودہ ادارہ	گورنمنٹ کالج سمن آباد۔ فیصل آباد
موجودہ حیثیت	ایسوسی ایٹ پروفیسر
تالیفات	تحریک پاکستان ـــــ ۱۹۷۵ء
	اقبال کے خطوط قائداعظم کے نام ـــــ ۱۹۷۷ء
	قرارداد پاکستان (ایک مطالعہ) ـــــ ۱۹۸۲ء
	اقبال کے خطوط جناح کے نام ـــــ ۱۹۸۳ء - ۱۹۸۶ء
	اقبال شناسی اور کارواں ـــــ ۱۹۹۲ء

علاوہ ازیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے مندرجہ ذیل مضامین کی نصابی کتب کے لئے بھی کام کیا۔

۱۔ اقبالیات	برائے انٹرمیڈیٹ
۲۔ اقبالیات	برائے بی۔ اے
۳۔ مطالعہ پاکستان (لازمی)	برائے بی۔ اے

رابطہ کا پتہ:۔ ۴۴۰۔ بی پیپلز کالونی فیصل آباد ☎ ۴۶۹ ۱۵ ۷

اقبال اکادمی پاکستان